شان و عظمت اولیاء اللہ

اور

ولی مرشد کی اہمیت

قرآن وحدیث کی روشنی میں

مؤلف

سید محمد محسن قادری

زیر سرپرستی

صوفی غلام محمد قادری

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا

''اور (اللہ) جسے گمراہ ٹھہرادے تو اس کے واسطے کوئی ولی ومرشد (راہ دکھانے والا، مددگار) نہ پاؤ گے۔''

ولی ومرشد کی اہمیت وضرورت

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

تالیف:

سید محمد محسن

زیرسرپرستی:

صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ولی ومرشد کی ضرورت واہمیت

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سید محمد محسن قادری

باراوّل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جون 2024ء

باردوم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اکتوبر 2025ء

ملنے کا پتہ:

B-622 بلاک 13، فیڈرل بی ایریا کراچی۔

رابطہ:

0333-2193515 | 0304-0920718

انتساب

سلطان الفقراء، عاشق پنجتن پاک،

محبوبِ غوث الوراء، مرشدِ کامل

حضرت صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کے بے پایاں عنایات اور روحانی توجہ کے طفیل

اس کارِ سعید کی توفیق نصیب ہوئی۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

سید محمد محسن قادری

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	سبب تالیف	1
۲	جس نے اپنا تزکیہ کیا وہ کامیاب ہو گیا	7
۳	اللہ کے ولی کی گائے سے قرآن کریم کا آغاز	10
۴	اللہ کے ولی کی گائے سے مردہ زندہ ہو گیا	10
۵	اصحاب کہف کے لئے اللہ نے تقدیر بدل دی	11
۶	اولیاء کی صحبت میں رہنے والوں پر اللہ کا کرم	13
۷	ہدایت کے لیے ولی و مرشد کی ضرورت	16
۸	اللہ کے ولی کی صحبت	17
۹	لفظ مرید قرآن میں	22
۱۰	اہل ذکر سے پوچھو	23
۱۱	صراطِ مستقیم کیا ہے	24
۱۲	مرشد کی تلاش کا قرآن مجید میں حکم	28
۱۳	ولی کی تلاش نبی کی سنت ہے	30
۱۴	خضر علیہ السلام کی نسبت سے مردہ مچھلی کو زندگی مل گئی	31
۱۵	اولیاء اللہ لوگوں کے لیے فیض رسا، مددگار اور راہنما ہیں	34
۱۶	اولیاء اللہ کے معاملات پر اعتراض نہ کرو	36
۱۷	خضرِ امتِ محمدی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان	38

۱۸	اولیاءاللہ سے محبت اللہ کی عطا ہے	41
۱۹	اولیاء کے پاس بیٹھنے والا بدبخت اور محروم نہیں ہوتا	42
۲۰	اولیاءاللہ کا خدمت گزار کتا بھی سلامت رہا	44
۲۱	ننانوے آدمیوں کا قاتل بخش دیا گیا	47
۲۲	قیامت کے دن اولیاءاللہ کی شان	48
۲۳	مقام ولایت پر دعائیں قبول ہوتی ہیں	50
۲۴	برکات اولیاء کے سبب فتح ونصرت اور رزق کی فراہمی	51
۲۵	اکابر علماء کا ولی ومرشد کی صحبت اختیار کرنا	53
۲۶	ولی ومرشد کی صحبت وقت آخر کام آئے گی	54
۲۷	اولیاءاللہ اور غیراللہ میں فرق	59
۲۸	مدد مانگنے اور مدد کرنے کا قرآنی تصور	61
۲۹	اللہ نے خود انبیاء واولیاء کو ولی (مددگار) بنایا	62
۳۰	سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی کی کرامت	64
۳۱	جبرئیلؑ کی مافوق الاسباب امور میں مدد	65
۳۲	قرآن کی نظر میں زندہ اور مردہ	67
۳۳	کافروں اور بتوں سے متعلق آیات کا انبیاء اور اولیاء پر اطلاق کرنا خوارج کا شیوہ	70
۳۴	محبت اور اعمال	72
۳۵	سو افراد کا قاتل بخشا گیا	72

۳۶	محبت رسول اور اعمال	73
۳۷	محبت ہے تو اعمال کی کمی نقصان نہیں پہنچا سکتی	74
۳۸	نماز، روزے کی پابندی مگر حضور کی محبت و ادب سے خالی، دین سے خارج ہے	75
۳۹	بروز قیامت بخشش کا دارومدار، رحمت وفضل الٰہی پر ہے اعمال پر نہیں	76
۴۰	بنی اسرائیل کے ایک گناہ گار کا بخشا جانا	76
۴۱	حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کی محبت میں نماز قربان کردی	77
۴۲	شانِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ	78
۴۳	سیدنا غوث الاعظم کا مقام سلطان الفقر	82
۴۴	آفرینش علام سے پہلے آنجناب کا نورِ محمدی کے ساتھ ہونا	85
۴۵	ملک الموت سے ارواح کو چھڑوانا	88
۴۶	انبیاء اور اولیاء کی آپ کی مجلس میں تشریف آوری	90
۴۷	واقفِ راز اَوْ اَدْنیٰ	94
۴۸	آنجناب کا وہ کلام جس سے آپ کی عظمت معلوم ہوتی ہے	97
۴۹	اپنی شان وعظمت کا اپنے کلام میں اظہار	99

سبب تالیف

یہ بات سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اللہ رب العزت اپنے دوستوں اپنے اولیاء سے کس قدر محبت فرماتا ہے اور ان کی شان وعظمت قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے تا کہ لوگ ان کی صحبت اختیار کریں ان کا ادب کریں ان سے محبت رکھیں ان کی تعظیم کریں تا کہ لوگ اللہ تک رسائی حاصل کرسکیں۔ اللہ کو اپنے دوستوں کی شان میں ذرا برابر بھی بے ادبی اور بدگمانی قبول نہیں کے ان سے بغض رکھنے والوں سے اللہ رب العزت اعلان جنگ فرماتا ہے۔

ادب وہ ہی کرے گا جو ان شَعَآئِرُ اللهِ یعنی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ (سورۃ الحج ۳۲)

ترجمۂ: **اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔**

یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں یعنی ان یادگاروں، مقامات، احکام اور مناسک وغیرہ کی تعظیم جو اللہ یا اللہ والوں کے ساتھ کسی اچھی نسبت یا تعلق کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں ان کی تعظیم کرنے سے قلب کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے یعنی دلوں کے پرہیزگار ہونے کی علامت ہے جو تعظیم کرتے ہیں۔

اور قرآن انہی لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جن کو قلب کا تقویٰ نصیب ہوا جنہوں نے اولیاء اللہ کی تعظیم کی۔

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۛۚ فِیۡهِ ۛۚ هُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ (2-البقرۃ)

(یہ قرآن) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، (یہ) پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔

لحاظہ اللہ والوں کی بارگاہ میں انتہائی ادب وتعظیم کرنی چاہیے ان کا ذکر کرتے یا سنتے وقت اپنے دل ودماغ کو پاک صاف رکھنا چاہیے بدگمانی اور شیطانی وسوسوں سے بچنا چاہیے تا کہ

ان سے فیض حاصل ہو اور ان کے ذریعے اللہ تک رسائی حاصل ہو۔

اسی لیے اللہ ربّ العزّت نے اپنے دوستوں کا ذکر کرنے سے پہلے ہمیں خبردار کیا اور فرمایا

"أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"

(سورۃ یونس:62)

ترجمہ: **خبردار!** بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

اب غور کیجیے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ أَلَا استعمال فرمایا، جس کا مطلب ہے **خبردار**۔ سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نماز، روزہ، حج یا دیگر احکامات کا ذکر فرماتا ہے تو وہاں کبھی یہ لفظ "خبردار" استعمال نہیں کیا، لیکن اولیاء اللہ کے ذکر سے پہلے کیوں فرمایا؟

اس کی وجہ نہایت سادہ ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں: اگر آپ بجلی کے کسی بڑے پاور اسٹیشن میں جائیں تو وہاں جگہ جگہ "خطرہ ہے، خبردار" کے بورڈ لگے ہوتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہاں ذرا سی غفلت یا غلطی انسان کی جان لے سکتی ہے۔ تو جہاں جان جانے کا خطرہ ہو، وہاں جاننے والوں نے نہ جاننے والوں کو خبردار کرنے کے لیے وارننگ بورڈ لگا دیے۔ تاکہ لوگ ہوشیار رہیں۔ اسی طرح جب بات اولیاء اللہ کی ہو تو اللہ تعالیٰ نے "خبردار" فرمایا، کیونکہ یہاں ذرا سی بے ادبی، معمولی گستاخی یا بدظنی سے ایمان جانے کا خطرہ ہے۔

لہٰذا اولیاء اللہ کی تعظیم فرض ہے۔ اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کا ادب کرتے ہیں، قرآن انہیں ہی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

اولیاء اللہ کا مقصد انسان کو شیطانی وسوسوں خیالات و نظریات اور باطنی حملوں سے بچانا ہے۔ ابلیس جو انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے اور تمام انسانوں سے باخبر ہے کہ کوئی اگر نیک کام کا ارادہ کرے تو فوراً بہکانے آجاتا ہے۔ اور اس کا یہ مشن آدم علیہ السلام

سے لے کر قیامت تک جاری ہے۔تو جس طرح دنیا میں شیطانی طاقتیں evil powers ہیں ان سے بچنے کے لیے اور ان سے مقابلہ کرنے کے لیے اللہ رب العالمین نے انبیاء کرام اولیاء کرام کو روحانی طاقتیں spiritual powers عطا فرمائیں جن سے وہ انسانوں کی ہدایت ورہنمائی فرماتے اور جن پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔

جس طرح شیطان کے پاس وسوسہ ڈالنے اور بہکانے کی قوت ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو نورانی اور روحانی طاقتیں عطا فرمائی ہیں جن سے وہ مرید کے حال سے واقف ہوتے ہیں اس کی مدد فرماتے ہیں، مردہ دلوں کو زندہ کرتے اور باطن کو صاف کرتے ہیں۔

عالم ربانی، مرشد کامل کی صحبت اور تربیت کیوں ضروری ہے اس موضوع پر حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔"اے محترم! انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ بارگاہ قدس میں ہی پہنچنا ہے، لیکن چونکہ مرید شروع میں بہت سے تعلقات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے انتہائی میلے پن اور پستی میں ہوتا ہے، جبکہ ذات باری تعالیٰ انتہائی پاکیزہ اور بہت بلند ہے۔ اس لیے فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے طالب اور مطلوب کے درمیان جو مناسبت چاہیے وہ موجود نہیں، لہٰذا اسکے راستے سے باخبر اور راستے کو صحیح دیکھنے والے پیرِ کامل کے سوا کوئی چارہ نہیں جو درمیان میں واسطہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور عام انسانوں سے رابطہ رکھتا ہو تا کہ وہ مطلوب کے ساتھ طالب کے وصول کا ذریعہ بنے"۔(مکتوب ۱۶۹ دفتر اول حصہ سوم)

ہدایت اور حق کی پہچان: بازلوگوں سمجھتے ہیں کہ صرف قرآن ہی ہدایت کے لئے کافی ہے۔ بے شک قرآن ہدایت کا سرچشمہ ہے مگر اگر یہی کافی ہے تو ہر فرقہ کے پاس قرآن ہے اور پھر ہر فرقہ حق پر ہوتا۔ قرآن پر تو سب متفق ہیں مگر اس کے ترجمہ اور تفسیر پر نہیں۔ ہر

فرقے کے پاس اپنا الگ ترجمہ ہے۔ اور جو عربی بھی جانتا ہو وہ بھی صرف قرآن پڑھ کر ہدایت نہیں پا سکتا۔

اگر صرف قرآن پڑھ کر ہی ہدایت مل جاتی تو خوارج پکے مسلمان ہوتے جو صحابہ کرام سے بھی زیادہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ معلوم ہوا کے صرف تلاوت اور ترجمہ کافی نہیں۔

لفظ الجماعۃ سے مراد اُمت کا اَکثریتی طبقہ ہے۔ اِس کی وضاحت حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود الجماعۃ سے سوادِ اَعظم مراد لیتے ہوئے فرمایا:

''اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے! میری اُمت ضرور تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے صرف ایک جنت میں جائے گا اور بہتر (72) جہنم میں داخل ہوں گے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! وہ جنتی گروہ کون ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **الجماع** ''وہ (اُمت میں سب سے بڑی) جماعت ہے۔'' ابن ماج، کتاب الفتن، باب افتراق الأمم، 2:1322، رقم:3992

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سی جماعت ہے جو حق پر ہے اور جنت میں جائے گی؟ ہر شخص اپنی جماعت اپنے فرقے کو حق پر سمجھتا ہے، ہر گروہ حق پر ہونے کا دعویدار ہے۔ تو کیسے یقین کیا جائے کہ اصل جماعت کون سی ہے جو حق پر ہے؟

حق کی سب سے بڑی دلیل اور نشانی یہ ہے کہ **جس گروہ میں جس جماعت میں اولیاء کرام ہیں جو اولیاء اللہ سے جڑا ہوا ہے وہی گروہ حق پر ہے صراطِ مستقیم پر ہے۔**

جو دل سے حق کی تلاش میں ہے اور حق جاننا چاہتا ہے تو اسے قرآن وحدیث میں خود غور وفکر کرنا ہوگا۔ مگر سوال یہ کہ کیا انسان خود ہی قرآن وحدیث اپنے دل ودماغ سے سمجھ سکتا ہے؟ نہیں، جب تک اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو اور دل میں ادب تعظیم اور محبت رسول وآل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نا ہو تو قرآن وحدیث پڑھ کر بھی انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔

***"اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل فرمارہے ہیں جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کے لئے تو صرف نقصان ہی میں اضافہ کررہا ہے"**

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن سکھانے سے پہلے اولاد کو اپنی محبت اور اہلبیت کی محبت سکھانے کا حکم دیا۔ کہ اس محبت کے بغیر قرآن ہدایت نہیں گمراہی دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث تو ہر فرقے کے پاس ہے مگر ہر گروہ حق پر نہیں۔ حق کی سب سے بڑی دلیل اور نشانی یہ ہے کہ جس گروہ میں **اولیاء کرام** ہیں جو اولیاء اللہ سے جڑا ہوا ہے وہی گروہ حق پر ہے۔ پھر حق تک کیسے پہنچا جائے؟ اس کا سب مستند اور آسان راستہ اولیاء اللہ کی صحبت اور ان سے تعلق ونسبت قائم کرنے میں ہے۔ یہ وہ اللہ کے محبوب بندے ہیں جن پر اللہ کا خاص فضل ہوا یہی اللہ کے انعام یافتہ بندے ہیں جن کے راستے پر چلنے کی ہر مسلمان سورہ فاتحہ میں دعا کرتا ہے۔ جس راستے میں اولیاء اللہ نہ ملیں وہ صراطِ مستقیم نہیں، صراطِ مستقیم وہی ہے جس میں اللہ کے انعام یافتہ محبوب بندے ہوں۔ اگر زندگی کے سفر میں کسی کامل ولی سے واسطہ نہ پڑا تو سمجھ لیں کہ صراطِ مستقیم پر نہیں ہے۔ اور یہ اولیاء اللہ صرف ایک ہی جماعت میں موجود ہیں باقی کسی فرقے میں نہیں۔

اولیاء اللہ سے نسبت اور تعلق رکھنے میں ہدایت یقینی ہے۔ اللہ نے فرمایا:

وَ مَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا ۔ اور جسے وہ (اللہ) گمراہ ٹھہرا دے تو اس کے لئے کوئی ولی مرشد (یعنی راہ دکھانے والا مددگار) نہیں، اور جسے ولی ومرشد مل جائے تو وہ سمجھ لے کہ اللہ نے اس کی ہدایت کا ارادہ کرلیا۔ کامل ولی ومرشد کی معیت میں اسے پھر قرآن بھی سمجھ آئے گا اور حدیث بھی اور حق تک رسائی بھی حاصل ہوگی کیونکہ جو حق تک پہنچا ہوا ہے وہ ہی دوسروں کو پہنچا سکتا ہے۔

اب سوال یہ کہ کامل ولی ومرشد کہاں ملے گا؟ آج کل اس پرفتن دور میں جالی پیر اور دونمبر عامل پیری مریدی کے نام پر عوام کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اس لیے کامل ولی کی تلاش بہت

مشکل ہے۔لہذا اس کا بھی آسان راستہ یہ کہ جو کامل اولیاء اللہ گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک کا دامن مضبوطی سے تھام لیا جائے ان سے روحانی رابطا قائم کیا جائے ان کی کتابیں پڑھیں۔حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا **جس کو ولی مرشد نا ملے اسے چاہیے کہ میری کتابیں پڑھے**۔اسی طرح سردار اولیاء غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے محبت وعقیدت ونسبت قائم کر کے دنیا وآخرت میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام پڑھنے سے بھی کامل ولی ومرشد تک رسائی ہوسکتی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت سے محبت ونسبت بھی ایمان و ہدایت اور کامیابی کی ضمانت ہے۔

سید محمد محسن

جس نے اپنا تزکیہ کیا وہ کامیاب ہوگیا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد قرآن کریم نے تزکیہ قلب بیان کیا ہے، ارشاد باری ہے

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ، آیت: ۲)

وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بیشک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے،"

تزکیہ قلب دل کی پاکی کو کہا جاتا ہے یعنی انسان کے دل ودماغ کو بے حیائی اور دنیوی آلائشوں سے پاک کرکے اس میں خوفِ آخرت اور اللہ کی محبت پیدا کی جائے، عام طور پر انسانی نفوس کا رجحان ان چیزوں کی طرف ہوتا ہے جو شریعت کے خلاف ہیں، جن میں نفس کو لطف اور مزہ آتا ہے، ان رجحانات کو موڑ کر نفس کو رشد وہدایت اور خیر پر لگانے کی محنتوں کو تصوف وسلوک اور تزکیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، شریعت میں تزکیے کی بڑی اہمیت ہے، اس لیے کہ اگر انسان کا دل پاک ہوجائے، سوچ وفکر قرآنی اصول کے سانچے میں ڈھل جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرہ صالح اور نیک نہ ہو، زناکاری، شراب نوشی، ظلم وزیادتی، چوری، ڈاکہ زنی اور ہزار طرح کے جرائم اس لیے وجود میں آتے ہیں کہ دل میں اللہ کا خوف ہے اور نہ آخرت پر یقین، خدا کی قدرت اور وجود کا تصور بلاشبہ بڑے سے بڑے گناہ کے عادی انسان کے ہاتھوں غیر مرئی ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں لگا دیتا

ہے، پھر وہ اس طرح سنور جاتا ہے کہ رات کے سناٹے میں بھی اس کا ذہن کسی برائی کی طرف نہیں جاتا، دولت کے خزانے میں بھی رہ کر دل میں خیانت کا تصور نہیں آتا۔ بے حیائی کے تمام اسباب ووسائل موجود ہوں، پھر بھی طبیعت اس پر آمادہ نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے تزکیہ قلب پر بڑا زور دیا ہے۔

سورہ الاعلیٰ آیت ۱۴ میں ارشاد فرمایا گیا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى **"تحقیق کہ وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنا تزکیہ کیا"**

یہی مفہوم سورۂ الشّمس آیت ۹ میں ان کلمات میں بیان کیا گیا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا "بلاشبہ وہ آدمی کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو سنوارا اور ناکام ہوا جس نے اس کو خاک میں ملایا" یعنی خواہشات نفس کی پیروی کی" ان دونوں آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کامیابی اور اصلاح تزکیہ قلب کے ساتھ مربوط ہے، دل پاک وصاف ہے تو اخروی نعمتیں استقبال کریں گی، دنیا میں سکون واطمینان، رعب ودبدبہ، عزت اور بلند مقام تو حاصل ہوگا ہی اسی کے ساتھ جنت کی ابدی راحت رساں چیزیں سامنے حاضر ہوں گی، وہ جب اور جس طرح چاہے گا کھائے گا اور مزے لے گا، اللہ کی رضامندی اس کو مکمل طور پر حاصل ہوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی مجالس اور صحبت میں وہ تاثیر پائی جاتی ہے جس سے سخت سے سخت انسان کا دل بھی موم بن جاتا ہے۔

عالم ربانی، مرشد کامل کی صحبت اور تربیت کیوں ضروری ہے اس موضوع پر حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

اے محترم! انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ بارگاہ قدس میں ہی پہنچنا ہے، لیکن چونکہ مرید شروع میں بہت سے تعلقات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے انتہائی میلے پن اور پستی میں ہوتا ہے،

جبکہ ذات باری تعالیٰ انتہائی پاکیزہ اور بہت بلند ہے۔ اس لیے فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے طالب اور مطلوب کے درمیان جو مناسبت چاہیے وہ موجود نہیں، لہٰذا اسکے راستہ سے باخبر اور راستہ کو صحیح دیکھنے والے پیر کامل کے سوا کوئی چارہ نہیں جو درمیان میں واسطہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور عام انسانوں سے رابطہ رکھتا ہو تاکہ وہ مطلوب کے ساتھ طالب کے وصول کا ذریعہ بنے۔ (مکتوب ۱۶۹ دفتر اول حصہ سوم)

حضرات موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعہ میں ان مدعیان علم وحکمت کے لیے عبرت ہے جن کو غرور علم نے تلاشِ مرشد کامل سے بے پروا کر دیا ہے۔ یہی بے پروائی جب انتہائی درجے پر پہنچتی ہے تو انسان یہ کہنے لگتا ہے کہ قرآن ہمارے لیے کافی ہے، سنت کی رہبری کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا خاموش انکار ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی لیے فرمایا کہ میں تمہارے بیچ دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم اسے تھامے رہو گے تو کبھی گم راہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور میرے اہلِ بیت۔ (ترمذی، باب مناقب اہل النبی صلی اللہ علیہ وسلم/ نسائی، کتاب المناقب، فضائل علی)

ایک دوسری روایت میں عترت کی جگہ سنت' کا لفظ آیا ہے جسے اگر وسعت کے ساتھ لیں تو وہ تمام رجال حق عترتِ رسول ٹھہریں گے جو رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے متبع ہیں اور ان کے پیغام کو زبان وحال سے دوسروں تک پہنچانے والے ہیں۔

اللہ کے ولی کی گائے سے قرآن کریم کا آغاز

قرآن مجید فرقان حمید میں سب سے پہلی سورۃ جس کا نام ہی اللہ کے ولی کی گائے پر رکھا گیا ہے یعنی **سورۃ البقرہ**۔اس سے اولیاء اللہ سے نسبت وتعلق رکھنے والوں کے مقام ومرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی ابتدا ہی اپنے ایک نیک بندے سے منسوب گائے سے کی۔ یہ واقعہ اس سورت کی آیات 67 تا 73 میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نیک بندے کی گائے کے ذریعے ایک مردے کو زندہ کرنے کا ذکر فرمایا۔ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے ایک قتل سے متعلق ہے جس میں قاتل کا پتا نہیں چل رہا تھا۔اس وقت بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو کہا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں۔ تاہم، بنی اسرائیل نے بار بار گائے کی صفات کے بارے میں سوالات کیے تاکہ حکم کو ٹال سکیں۔آخر کار انہوں نے ایک خاص گائے کو ڈھونڈا جو ایک نیک اور صالح جوان کی ملکیت تھی۔

اللہ کے ولی کی گائے سے مردہ زندہ ہوگیا

جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق اس گائے کو ذبح کیا اور اس کا ایک حصہ (گائے کی دم) کو مقتول کے جسم پر مارا، تو اللہ تعالیٰ نے مردے کو زندہ کر دیا اور اس نے اپنے قاتل کی نشاندہی کی۔اس واقعے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور نیک لوگوں کی برکتوں کے سبب اللہ کی مدد حاصل ہوتی ہے۔تو جب اللہ کے ولی کی گائے مردے کو زندہ کر دے تو اولیاء اللہ کی شان کیا ہوگی اور ان کی زندگی اور حیات کتنی مقدس ہوگی اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔اولیاء اللہ کو معاذ اللہ مردہ کہنے والوں کو قرآن میں غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔-تفسیر ابن کثیر-تفسیر روح المعانی-تفسیر الدر المنثور

اصحابِ کہف کے لیے اللہ نے تقدیر بدل دی

اصحابِ کہف کا تعرف کروانے کی ضرورت نہیں ہے یہ اُمم سابقہ میں وہ سات اللہ والے تھے جنہوں نے کفر اور شرک کی طاغوتی زندگی کے خلاف ہجرت کی اور ایک غار میں جا کے خلوت گزیں ہوئے۔ قرآنِ مجید میں ذکر آتا ہے کہ وہ تین سو نو سال تک اس غار میں آرام فرما رہے ہیں۔ ان کے اس زمانہِ قیام کا ایک بیان اس آیتِ کریمہ میں ہے اللہ رب العزت نے اشارت فرمایا

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ

اور آپ دیکھتے ہیں جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب ہٹ جاتا ہے اور جب غروب ہونے لگتا ہے تو ان سے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ اس غار کے کشادہ میدان میں (لیٹے) ہیں

اللہ والوں کا حال یہ تھا کہ جب وہ تین صدیوں کے لیے غار میں آ کے آرام فرما ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک نیند اور وفات کی سی کیفیت تاری کر دی جب تین صدیوں کے لیے آرام فرما ہو گئے تو غار کھلی تھی تو جب سورج طلوع ہوتا تو طلوع آفتاب کی سمت بھی غار کا منہ کھلا تھا اور غروبِ آفتاب کی سمت بھی غار کا منہ کھلا تھا تو طلوع اور غروب چڑھتے اور ڈوبتے دونوں وقتوں میں دھوپ اس غار کے اندر جاتی تھی اور دھوپ کے غار کے اندر جانے سے صاف ظاہر ہے موسمِ گرمہ میں تو بطورِ خاص جسموں کے لیے تکلیف کا باعث بنتی تھی۔ اب میں ربِ کائنات کا تعلق بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اپنوں کے ساتھ اپنے محبوبوں کے ساتھ اپنے مقربین کے ساتھ وہ لوگ جو اس کی خاطر نظمِ عالم کو چھوڑ دیتے ہیں اللہ ان کی خاطر اپنا نظمِ عالم چھوڑ دیتا ہے۔ جو اس کی خاطر دنیا کے تعلقات چھوڑ دیتے ہیں اللہ ان کی خاطر اپنے نظام اپنی تقدیر کے تحت مقرر کردہ نظام ترک فرما دیتا ہے یہ انعام و مرتبہ کسی عام

بندے پر نہیں ہوتا سورہ یاسین کو پڑھیئے سورج کا طلوع اور غروب اور سورج کے راستے اور اس کا سفر کرنا اس کو تقدیرِ الٰہی کہتے ہیں

وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا-ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (38)

سورج مقرر کردہ راستوں پر جو چلتا ہے یہ اللہ کے مقرر کردہ راستے ہیں یہ اللہ کی تقدیر ہے وہ اللہ کے مقرر کردہ راستے ہیں جن پر سورج چلتا ہے سورج کے راستے تقدیرِ الٰہی ہیں۔ قرآن کہتا ہے جب وہ میرے محبوب اور مقرب بندے اور میرے ولی غار میں آ کر لیٹ گئے اور طلوع اور غروب کے دونوں اوقات میں دھوپ کے پڑنے سے ان کے اجسام مقدسہ کو تکلیف کا احتمال تھا تو اللہ پاک نے فرمایا تم دیکھتے ہو میں نے کیا کیا حکم دیا اے آفتاب ساری کائنات کے لیے طلوع اور غروب کے راستے میری تقدیر ہیں مگر تین صدیوں تک جب تک میرے ولی یہاں آرام فرما ہے تو چڑھتے ڈوبتے اپنے راستے بدل دے میری تقدیر تین صدیوں تک معطل ہو جائے تین صدیوں تک سورج کے راستوں کی تقدیر معطل کر دی۔

سورج ان کی غار کے دہانے سے دائیں جانب ہٹ جاتا تھا، جب ڈوبتا تھا تو بائیں جانے ہٹ جاتا تھا تاکہ جب تک اللہ کے ولی اس غار میں آرام فرما رہے ہیں، سورج کی دھوپ انہیں کوئی گزند نہ پہنچائے۔

یہ تو ایک بیان ہو گیا اب یہاں وَ هُمْ فِیْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ اور وہ ایک کھلا غار تھا اس کے اندر میدان کا جس میں آرام فرماتے تھے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے اور بعض ذہنوں میں ہوتا ہے بعض ذہن یہ سوال کر سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ طلوع اور غروبِ آفتاب کے وقت سورج کا راستہ ہی یہی ہو ممکن ہے کہ وہ رخ ہی یہی بنتا ہو کہ جب طلوع ہوتا ہو تو غار کے داہنے جانب ہٹ جاتا ہو اور غروب کے وقت بائیں جانے ہٹ جاتا ہو اور کوئی خاص تبدیلی نہ لائی گئی ہو بلکہ راستہ ہی یہ بنتا ہو ایک

سوال پیدا ہوتا ہے اس لئے اس میں کون سی کرامت ہوئی یعنی اولیاء کے لئے کون سا اعزاز اور اکرام ہوا اس سوال کا جواب اس آیتِ کریمہ میں آگے آرہا ہے فرمایا نہیں یہ خیال نہ کرنا کہ سورج کا راستہ پہلے سے یہ تھا۔ نا پہلے سے راستہ اور تھا ہم نے اصحابِ کہف کے لئے راستہ تین صدیوں تک کے لئے بدل دیا دلیل کیا ہے؟

فرمایا ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ سورج کا چڑھتے ہوئے دائیں جانب پھر جانا اور ڈوبتے ہوئے بائیں جانب پھر جانا یہ سورج کے طلوع غروب کا معمول نہ تھا بلکہ اللہ کی خاص نشانی تھی۔

جوان کی خاطر واقع ہوئی اور یہ فرما کر آگے اللہ پاک فرماتا ہے کہ دو ذہن ہو سکتے ہیں کچھ ذہن وہ جنہیں یہ بات سمجھ آجائے اور کچھ وہ ذہن جنہیں یہ بات سمجھ میں نہ آئے تو فرمایا مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ۔

لوگوں ہم نے تمہیں اپنی نشانی بیان کر دی اب یہ سمجھ اسی کو آئے گی جس کو رب ہدایت سے نوازے جسے اللہ ہدایت دیتا ہے وہ ہی ہدایت پر ہوتا ہے مَنْ يُّضْلِلْ اور جسے اللہ گمراہ کر دیتا ہے فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا جسے اللہ گمراہی کی راہ پہ ڈال دے تو دیکھے گا کہ اسے زندگی میں کوئی ولی مرشد نہیں ملے گا فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا جسے کوئی ولی مرشد ملے گا نہیں وہ بے مرشد رہے گا۔ ولی کی سنگت سے محروم رہے گا وہ ولی کے فیض سے محروم رہے گا اور جب تک ولی کی سنگت اور صحبت کا فیض نہ ہو یہ خاص ہدایتِ الٰہیہ اور یہ خاص شعور نصیب نہیں ہوسکتا اور جب تک یہ ہدایت نصیب نہ ہو تب تک یہ راز اور آیات کی باتیں سمجھ نہیں آسکتی

اولیاء کرام کی صحبت میں رہنے والوں پر اللہ کا کرم

یہ تو مردانِ حق کی بات ہوئی لیکن اب ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ ہم جوان کی نسبت کی رسی سے بندھے بیٹھے ہیں ہمارا حال کیا ہوگا ہم جوان کی نسبت اور تعلق کی ڈوری میں بندھے

بیٹھے ہیں اور بندھے رہتے ہیں ہم نسبت اور تعلق والوں کا بھی کچھ ہوگا یا نہیں؟ یہ ہے سوال جو مرید کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ مرشد کو جو مل گیا مل گیا ولی کو جو مل گیا مل گیا اس کے لئے تو سورج کے راستے بھی بدل دیے اللہ نے اپنی تقدیر کو بھی مؤخر فرما دیا اس کے لئے تو سمجھ میں آ گیا کہ کیا کچھ ہوتا ہے۔ مگر وہ جو خود مرشد و ولی نہیں اور صرف ان کی سنگت اور صحبت اور اِرادَت کے تعلق میں بندھے ہوئے ہیں ان کے ساتھ کیا ہوگا یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور اس سوال کا جواب مل جائے تو سلسلے کی حقیقت سمجھ میں آ جاتی ہے سلسلہ کیا ہوتا ہے پھر سمجھ میں آ جاتی ہے کہ طریقت کیا ہے اولیاء کے سلاسل کیا ہیں اور اس نسبت اور صحبت اور سنگت کے ساتھ جو تعلق سلسلہ وار ہے اس کا فیض کیا ہے

تو اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ جب وہ اولیاء تین سو سال تک اس غار میں لیٹے تھے تو ان پر ایک نیند کی کیفیت تاری کر دی تو باری تعالیٰ کیا فرماتے ہیں

وَ تَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ آپ محسوس کرتے ہیں کہ وہ جاگ رہے ہیں ،آپ جاگتا گمان کرتے ہیں، حالانکہ وہ نیند میں ہیں۔

وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ

ہم انہیں وقفوں کے بعد دائیں کروٹ اور بائیں کروٹ ان کے آرام کی خاطر بدلتے رہتے ہیں۔ جیسے نیند میں آدمی سوتے سوتے کبھی دائیں کروٹ بدلتا ہے اور کبھی بائیں کروٹ بدلتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دائیں کروٹ بدلنا جس کی بدلتی رہے یا بائیں کروٹ بدلتی رہے اس کو زندہ کہیں گے یا مردہ؟ جس کی کروٹ بدلتی رہے وہ تو مردہ نہیں ہوسکتا۔ تین سو نو سال تک وہ وہاں سوئے، انہیں کھانا ملتا تھا؟ ان کی غار قبر کی مانند تھی اور ان کا سونا وفات کی مانند تھا۔ تین صدیاں بغیر کھائے پیے کوئی زندہ رہتا ہے؟ جسم گل سڑ جاتا ہے، کپڑے گل سڑ جاتے ہیں وہ بات بعد میں آتی ہے۔ تو اللہ پاک نے ان کی زندگی کی ایک علامت تو یہ بیان کی کہ وہ دائیں اور بائیں کروٹ بدلتے ہیں۔ ہم بدلتے ہیں۔ تفاسیر میں آتا ہے کہ چھ مہینے

کے بعد ان کی کروٹ بدلتی تھی۔ دائیں کروٹ اور بائیں کروٹ چھ مہینے کے بعد بدلتی تھی۔ اب اللہ رب العزت کی خاص توجہ سے اور کرم سے ان کی کروٹ بدلتی تھی یہ فیض اصحاب کہف کے لئے تھا۔ اب قرآن کیا کہتا ہے آپ جس تفسیر کو چاہیں اُٹھا کے دیکھیں۔ قرآن کہتا ہے

وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ

وہ کروٹ اندر بدلتے تھے چھے ماہ بعد اور ان اصحاب کہف کا کتا جو غار کے دہانے پر بیٹھا تھا ہر مفسر لکھتا ہے جب اصحاب کہف کی داہنی کروٹ بدلتی تھی کتے کی بھی داہنی کروٹ بدل جاتی تھی جب ان کی باہنی کروٹ بدلتی تھی کتے کی بھی باہنی کروٹ بدل جاتی تھی بتایئے اللہ پاک اصحاب کہف کی کروٹ بدلتا تھا یا کتے کی بدلتا تھا؟

قرآن کہتا ہے اللہ اصحاب کہف کی کروٹ بدلتا تھا اللہ کا تعلق ولیوں سے تھا کہ ان کے جسمانی آرام کے لیے کروٹ بدلتے رہے اللہ ان کی کروٹ بدلتا تھا ان کی کروٹ تو بدلی کہ رب کا کرم ہے اپنے ولیوں پر مگر کتے کی کروٹ بدلنے کا سبب کیا تھا؟ ثابت یہ ہوا کہ **جو انوار و تجلیاتِ الٰہیہ اور جو برکات اور تجلیاتِ عالمِ لاہوت اللہ کے ولی پر قبر میں اُترتی ہیں ان کا فیض وہاں پر بیٹھنے والوں کو بھی ان کا حصہ ملتا ہے جو تجلیاتِ الٰہیہ اور فیوضاتِ الٰہیہ قبر میں ولیوں پر اُترتی ہیں ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں کو بھی ان کا حصہ ملتا ہے** تو لوگوں قرآن گواہ ہے کہ ولیوں کی دہلیز پر کتا وفادار بن کے بیٹھا تھا کتا باادب بن کے بیٹھا تھا خدمت گزار بن کے بیٹھا تھا اگر کتا بھی باادب بن کے بیٹھا تھا وہ بھی محرومِ ولایت نہیں رہا۔ کتے کو بھی ادب کرنے کا حصہ مل گیا اگر ولیوں کی دہلیز پر کتا وفادار ہو کے بیٹھ جائے تو وہ محرومِ کرم نہیں رہتا اور انسان وفادار ہو کے بیٹھے تو کیسے محروم رہے۔ مگر شرط فقط یہ ہے کہ انسان اصحاب کہف کے کتے جیسا تو کم از کم ہو جائے۔

ہدایت کے لیے ولی ومرشد

ہدایت کے لیے ولی ومرشد کا ہونا بڑا ضروری ہے جولوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے ہمیں ولی ومرشد کی کوئی حاجت نہیں ہمارے لیے قرآن وحدیث کافی ہے، وہ لوگ اس آیت پرغور کریں

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا

جسے اللہ ہدایت فرمادے سووہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہرادے تو آپ اس کے لئے کوئی ولی مرشد (یعنی راہ دکھانے والا مددگار) نہیں پائیں گے۔

"The one whom He (Allah) holds strayed, you will not find for him any wali (friend to help) murshid (guide to show the path) [Surah Kahf:17]

اور جسے ولی ومرشد مل جائے تو وہ سمجھ لے کہ اللہ نے اس کی ہدایت کا ارادہ کرلیا۔

یعنی جس کا کوئی ولی مرشد نہیں ہوتا وہ گمراہ ہوجاتا ہے اس کا مرشد خودبخود شیطان ہوجاتا ہے، ولی کا مطلب دوست اور مرشد کا مطلب ملانے والا رُشد وہِدایَت دینے والا یعنی ایسا استاد، رہبر اور ہادی جو اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملانے والا ہو۔ سورۃ الفتح میں اللہ تعالیٰ ارشاد پاک فرماتے ہیں کہ تحقیق جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے''۔ان احکامات الٰہیہ میں مخلوق خدا کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم میرے ولیوں (دوستوں) سے نسبت رکھوتا کہ تمہارا بھی تعلق وہ ہم سے کرادیں۔

قرآن میں اللہ کے ولی کی صحبت کا حکم

اللہ رب العزت قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ-مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

(52-الانعام)

اور جو لوگ اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں **انہیں اپنے سے دور نہ کرو** جو اللہ کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ پر ان کا کوئی حساب نہیں ہے اور نہ آپ کا کوئی حساب ان کے ذمہ ہے۔ اگر آپ نے انہیں اپنے سے دور ہٹایا تو یہ بات انصاف سے بعید ہوگی۔

And do not send away those who call upon their Lord morning and afternoon, seeking His countenance. Not upon you is anything of their account and not upon them is anything of your account. So were you to send them away, then it would be unjust.

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ-تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا-وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا

(اے میرے بندے!) اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں، (اس کی دید کے متمنی ہیں) تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں، کیا تو (ان اللہ والوں سے دھیان ہٹا کر) دنیوی

زندگی کی آرائش چاہتے ہو، اور اس شخص کی اطاعت نہ کرنا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے

And keep yourself patiently with those who call on their Lord morning and afternoon, seeking His Face;and let not your eyes overlook them, desiring the pomp and glitter of the life of the world. [Surah Kahf:28]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھے اور برے ساتھی کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: "**نیک دوست اور برے دوست کی مثال مشک (خوشبو) بیچنے والے اور لوہار کی طرح ہے۔ مشک فروش یا تو تمہیں کچھ تحفے میں دے گا، یا تم اس سے خوشبو خرید لو گے، یا کم از کم تم اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہو گے۔**" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "**تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں، جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آ جائے۔**" (سنن ابن ماجہ)

یہ احادیث اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ انسان کو ہمیشہ نیک لوگوں اور نیک رہنماؤں (مرشد) کی صحبت میں رہنا چاہیے۔ اگر کوئی مرشد واقعی سچا اور نیک ہو، تو اس کی صحبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بندے کا دل اللہ کی یاد سے معمور ہو جاتا ہے۔ ایسی صحبت انسان کی روحانی ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے۔

اللہ کے ولی کی صحبت کے چند لمحے سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے،

مولانا روم نے فرمایا ہے ؎

یك زمانه صحبت با اولیا	بهتر از صد ساله طاعت بے ریا
اللہ کے ولی کی صحبت کے چند لمحے	سو سال کی بے ریا عبادت سے بھی بہتر ہے
صحبت صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند

نیک لوگوں کی صحبت نیک بنا دیتی ہے　　بُرے لوگوں کی صحبت بُرا بنا دیتی ہے

اولیا را ھست قدرت از الہ　　تیر جستہ باز گرداند زراہ

اللہ کے ولیوں کو رب کی طرف سے طاقت حاصل ہے کہ وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو بھی واپس کر دیتے ہیں یعنی تقدیر بدل دیتے ہیں

تصورِ شیخ

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ان اہل اللہ سے اپنے دوستوں سے رابطہ رکھنے کی ہمیں تلقین فرمائی۔ قرآن کریم کی سورۃ آلِ عمران (آیت 200) ہے: اللہ نے فرمایا

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

اے ایمان والوں صبر کرو اور رابطہ رکھو تا کہ تم یقیناً فلاح پاؤ گے۔ یعنی ایسا کرو گے ایمان صبر اور رابطہ تو کامیابی یقینی ہے۔ اہل ایمان کو راہ سلوک کی تکالیف پر صبر کرنے اور اللہ والوں سے رابطہ رکھنے کی حق اللہ نے تلقین فرمائی۔

جان لیں کہ سلوک کے درجات چار ہیں تزکیہ نفس، تزکیہ قلب، تخلیہ سر، تجلیہ روح لیکن آسان ترین راستہ تصورِ شیخ ہے۔ تصورِ شیخ ایسا ہے کہ اگر شیخ کی عنایات شامل حال ہو جائے تو مرید میں شیخ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے اس کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ طریقت میں صحبت شیخ کی بڑی اہمیت ہے ولی کی صحبت میں ایک گھڑی گزارنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے کیوں؟ بے ریا عبادت سو سال کرتا رہے گا تو یقینا مغفرت نہیں ہوگی لیکن اولیاء کی مجلس میں جا کر عنایات الٰہیہ اس کے شامل حال ہو گئی تو مغفرت یقیناً ہے کیونکہ مغفرت کا مدار فضلِ الٰہی پر ہے اعمال پر نہیں اعمال مغفرت کے بعد اس کے درجات کا تعین کرتے ہیں لیکن اعمال کی وجہ سے کوئی شخص مغفرت کا حق دار نہیں ہو سکتا

مولانا جامی کے پیرومرشد عبیداللہ احرار فرماتے ہیں کہ بھلے نماز قضا ہوجائے مگر ہماری صحبت کی نماز قضا نہ ہونی چاہئے یعنی اگر مرشد پاس ہے تو اُن کی صحبتوں میں بیٹھنا چاہئے اور اگر پاس موجود نہیں ہے دور ہے یا وصال فرما چکے ہیں تو صحبت معنوی کو یعنی تصورِ شیخ کو اختیار کریں کچھ دن کا حصہ تنہائی کے اندر مقرر کریں کہ اُن کی خیال میں اُن کی یاد میں گزاریں اِس سے تعلق پیدا ہوتا ہے پھر عبیداللہ احرار فرماتے ہیں کہ جب شیخ کی صحبت میں آئے تو باوضو آئے۔ یہ حق ہے دیکھیں بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ نماز کا مقصد کیا ہے

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔ (سورۃ طٰہٰ، آیت 14)

اور نماز قائم کر میری یاد کے لیے۔"

اور اہلِ اللہ کی مجلس میں جاتا ہی آدمی اس لئے کہ اُن کو دیکھتے ہی اللہ یاد آجاتا ہے وہاں پہ ہر وقت اللہ کی ہی باتیں ہوتیں ہیں اللہ کی ہی یاد ہوتی ہے تو اب ضروری ہے کہ جہاں اللہ کا ذکر ہو تو ادب کا تقاضہ ہے کہ آدمی باوضو جائے کیوں کہ صحبت شیخ ہر وقت میسر نہیں ہوتی ایسی صورت میں سالک رابطہِ شیخ تصورِ شیخ کے ذریعے ہمہ وقت اپنے مرشد سے منسلک رہ سکتا ہے خواجہ یوسف ہمدانی فرماتے ہیں کہ اللہ کی صحبت میں رہو اگر ایسا نہیں کر سکتے تو ایسے بزرگ کی صحبت میں رہو جو اللہ کی صحبت میں رہتا ہوں۔

حر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

جو یہ چاہتا ہے کہ خدا کا ہم نشین ہوجائے

اُو نشیند در حضورِ اولیاء

اسے چاہیے کہ اولیاء اللہ کی ہم نشینی اختیار کریں

شکر یزدہ را کہ چوں او شد پدید

اللہ کا شکر ہے کہ جو ایسے کامل تک رسائی ہوگئی اُن کی صحبت نصیب ہوگئی

درخیال اوخیال حق سیت

جب تُو اُن کے خیال میں بیٹھا ہے تو جان لے کہ تُو خیالِ حق میں مصروف ہے۔

اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی اپنے مرشد سے یا کسی بھی ولی کے طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس ہستی کا فیضان ایک جھروکے کی راہ سے سالک کی طرف آنا شروع ہوتا ہے اور سالک اس فیضان رسا ہستی سے اس کی صفات اپنے اندر جذب کرنے لگتا ہے مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اس طریقے سے یعنی رابطہِ شیخ کے ذریعے بعض لوگوں کی تربیت ایسی روحوں کے ذریعے ہوتی ہے جو کئی سو برس پہلے گزر چکی تھا چنانچہ لال شہباز قلندر نے منصور حلاج کی روح سے استفادہ کیا شیخ ابوالحسن خرقانی نے بایزید بسطامی سے استفادہ کیا اور سیدنا غوث العظیم تو قیامت تک اپنے مریدین کو فیض پہنچا رہے ہیں۔

امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں امداد سلوک میں کہ مرید کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ محدود نہیں پس مرید قریب ہو یا دور شیخ کی روحانیت سے دور نہیں تو مرید ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا ربط قلب پیدا ہوگا اور وہ ہر دم شیخ سے استفادہ کرتا رہے گا اور اس کو حق کی طرف سے الہام ہوگا وہ فرماتے ہیں کہ پاک لوگوں کی صورت تمہیں ان کی طرح پاک بنا دے گی ان کی ایک گھڑی کی ہم نشینی سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے اگر تم بیکار پتھر کی طرح ہو تب بھی کسی صاحبِ دل کے پاس بیٹھو گے تو تم موتی بن جاؤ گے پاک لوگوں کی محبت دل میں بٹھا لو اور اللہ والوں کے علاوہ دل کسی اور کو نہ دو کہ دل تجھے اہلِ دل کے کونچے کی طرف کھینچتا ہے اور یہ جسم ، پانی اور مٹی کے قید خانے کی طرف کھینچتا ہے کسی دل والے سے دل کی خوراک حاصل کر اور کسی نصیب والے سے نصیبہ تلاش کر۔ لہٰذا تصور شیخ کے ذریعے سالک ہمہ وقت اپنے شیخ کے سائے میں رہ سکتا ہے اور یہ طریقہ اس وقت صحبتِ شیخ کا کام دیتا ہے کہ جب شیخ کے ساتھ ظاہری صحبت ممکن نہ ہو اور اس کا ایک طریقہ یہ ہے

کہ شیخ کے لئے نوافل پڑھ کر ان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے۔
دیکھیں اگر کوئی شخص کشتی میں سوار ہو جائے اور کشتی منزل کی طرف جا رہی ہے پھر اگر وہ کشتی میں سو بھی جائے تو منزل کی طرف چلتا ہی رہتا ہے منزل تک وہ پہنچی جائے گا۔ بالکل اسی طرح نسبت شیخ کے سبب شیخ سے رابطے کے سبب سالک راہ طے کر رہا ہے جیسے کشتی میں سوار ہے۔

اعلیٰ حضرت سے فتویٰ پوچھا گیا اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جان لو کے جسم کا قبلہ کعبہ ہے کعبہ کی طرف رُخ کر کے جسم نماز پڑھتا ہے اور روح کا قبلہ مرشد ہے تصور شیخ شیطان سے حفاظت میں لے لیتا ہے اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ جو میرے بندے ہیں اُس پر شیطان کا غلبہ نہیں ہوگا تو جو ان سے منسلک ہو جاتا ہے وہ بھی حفاظت میں آتا ہے۔

چنانچہ روایت میں آیا ہے ایک بزرگ نے دیکھا کہ شیطان دروازے پر کھڑا ہوا ہے مسجد میں نہیں گھس پا رہا۔ پوچھا کیا بات ہے تو اندر کیوں نہیں جا رہا ہے تو اس نے اشارہ کیا سامنے شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف فرما ہیں لیٹے مجھے اس شخص سے ڈر لگتا ہے۔ تو جو کاملین سے منسلک ہو جاتا ہے وہ ان کے سبب ان سے نسبت کے سبب وہ بھی شیطان سے حفاظت میں آجاتا ہے رابطہ شیخ بڑے بڑے مسائل کے سامنے ڈھال بن جاتا ہے

لفظ مرید قرآن میں

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اولیاء اللہ کی صحبت و ہمنشینی اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔قرآن میں لفظ "مرید" کا مطلب "ارادہ کرنے والا" یا "طلبگار" ہوتا ہے، اسی سے لفظ مرید نکلا ہے، جس کا مطلب ہے وہ شخص جو پکا ارادہ کرنے والا ہو۔ اور صوفیانہ اصطلاح میں یہ کسی روحانی طالب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لفظ مرید قرآن کریم کی اس آیت

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ سے ہے یعنی وہ جو اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھنے کے طالب ہیں۔تو معلوم ہوا حقیقی مرید وہ ہے جو اللہ کے دیدار کا طالب ہو۔

شیطان کے مرید

اور جو حق کے طالب نہیں جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی قرآن نے انہیں شیطان کا مرید قرار دیا۔سورۃ الحج (3:22)

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ

اور کچھ لوگ (ایسے) ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم و دانش کے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔

شیخ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کا قول ہے: من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان

جس کا کوئی مرشد نہ ہو اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔ (الرسالۃ القشیریہ، باب الوصیۃ للمریدین)

معلوم ہوا جس کا کوئی کامل مرشد نہیں وہ شیطان کا مرید ہوتا ہے چاہے وہ کتنی عبادات کر رہا ہو۔

اہلِ ذکر سے پوچھو

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

تم اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود معلوم نہ ہو

If you yourselves do not know (anything),then ask the People of remembrance (ahl-e-Zikr). [Surah Nahl:43]

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں "**اہلِ ذکر**" سے پوچھنے کا حکم دیا ہے، نہ کہ

اہلِ علم" سے، کیونکہ اہلِ علم تو ہر فرقے اور ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں، لیکن اہلِ ذکر (یعنی حقیقی علم والے) وہ اولیاء اللہ ہیں جو ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں، جیسا کہ سورہ کہف کی آیت 28 میں ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد پاک فرماتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہلِ صدق کی معیت وصحبت میں رہو۔

O believers! Fear Allah persistently, and remain in the (company) of those who up hold the truth. [Surah Touba:119]

بیماریوں کو بغیر ڈاکٹر کے نہیں سمجھ پاتے حالانکہ ہم جتنی اچھی غذائیں استعمال کر لیں ہم سمجھ نہیں پاتے چیک اپ کرانا پڑتا ہے۔ لیکن بیماری اگر ہمارے دل میں روح میں ہے تو اسی طریقے سے روحانی جو امراض ہیں ریاکاری، حسد، جلن، کینہ، دشمنی، غصہ یہ سب چیزیں ہم خود بخود اس کو سنوار نہیں سکتے ہیں اس کے لئے کسی اہل دل کسی اللہ والے کی صحبت اور ان سے تعلق ضروری ہے۔

صراطِ مستقیم کیا ہے

سورہ فاتحہ میں جو دعا سکھائی گئی ہے، "ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے"

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ

ہمیں سیدھا راستہ دکھا

Show us the straight path

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا

The path of those upon whom You have bestowed Your favours,

پھر سورہ النسا میں ان انعام یافتہ لوگوں کا تعین بھی یہ کہہ کر کیا جا رہا ہے۔

وَمَن يُطِعِ اللّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاء وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقاً (النساء69)

اور جو کوئی اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں

those whom Allah has blessed viz. the Prophets, the Truthful, the Witnesses to the Truth(Martyrs and those who bear witness) and the Righteous (who do good) and they are the best companions

انعام یافتہ لوگ ان چار طبقات پر مشتمل ہیں، جن کی راہ کو راہِ ہدایت کہا جا رہا ہے، اور جن کی اتباع کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے، اس دعا کو پانچ وقت کی نماز کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔۔جس راستے میں اولیاء اللہ نہ ملیں وہ صراطِ مستقیم نہیں، صراطِ مستقیم وہی ہے جس میں اللہ کے انعام یافتہ محبوب بندے ہوں۔ اگر زندگی کے سفر میں کسی کامل ولی سے واسطہ نہ پڑا تو سمجھ لیں کہ صراطِ مستقیم پر نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ جب ان چار طبقات کی اتباع صراطِ مستقیم ہے تو ان سے انحراف گمراہی ہوگا۔ اس لیے ہدایت یافتہ کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ (بیعت کے ذریعے) انعام یافتہ لوگوں سے جڑے ہوتے ہیں، اور گمراہ کی تعریف ہی یہ کہ وہ ان انعام یافتہ سے منقطع ہوتے ہیں۔

اسی لیے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ:

وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيّاً مُّرْشِداً (الکہف:17)

اور جو گمراہ ہو جائے آپ اس کا کوئی ولی اور مرشد نہیں پائیں گے۔

جب ولی اور مرشد کا نہ ہونا علامتِ گمراہی ہے۔تو پھر ہدایت اس کا الٹ ہی ہوگی۔

یعنی ہدایت کی پہچان ولایت ہے اور گمراہی کی پہچان انکارِ ولایت ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ہر زمانے میں اور اس دور میں بھی صرف وہی لوگ ہدایت پر ہیں جو کسی نہ کسی طرح سے اولیاء اللہ سے وابستہ اور منسلک ہیں اولیاء سے بغض و عادر کھنے والے بھلے کتنے نمازی، پرہیزگار، چلے کرنے والے کیوں نہ ہوں، ان کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوتا اور ہو بھی بھلا کیسے کہ جب اللہ نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہو۔

من عادلی ولیا فقد اٰذنته بالحرب جس نے بھی میرے ولی سے عادر کھا میں اسے جنگ کی دعوت دیتا ہوں (حدیثِ قدسی)۔

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (سورۃ لقمان 31:15)

اور اس شخص کی پیروی کرنا جو میری طرف جھکے ہوئے ہیں، جس نے میری طرف توبہ و طاعت کا سلوک اختیار کیا۔ پھر میری ہی طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں ان کاموں سے باخبر کردوں گا جو تم کرتے رہے تھے

کامل مرشد کی بیعت (نسبت) درحقیقت اللہ و رسول ﷺ ہی کی بیعت ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اولیاء کاملین، مقربین واصلین کی بارگاہ اقدس میں پہنچ جاتے ہیں، انہیں اللہ و رسول ﷺ نوازتے ہیں، عین الیقین، حق الیقین اور مشاہدات کرواتے ہیں جس سے ان کے ایمان اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔نسبت (بیعت) انبیاء کرامؑ کا طریقہ رہا ہے، اس کے بعد ان کے خلفاء، نائبین اور وارثین یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں اور تا قیامت یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا، یہی وہ اللہ کی رسّی ہے جسے تھامنے والے ہر طرح کے تفرقے سے بچ کر اللہ و رسول ﷺ کی بارگاہ اقدس تک پہنچ جاتے ہیں ان کا دین اور دنیا دونوں

سنور جاتے ہیں۔

اولیاءاللہ کو اپنے پر قیاس نہ کرو

اللہ کے دوستوں کی روحانی حقیقت اور مقام کو اپنی محدود فہم، اپنی سوچ یا اپنے معیار سے نہ پرکھو۔ ان کی قربت الٰہی اور خلوص کو تمہارے دنیاوی اندازے سے تولنا غلط ہوگا۔ مولانا روم نے فرمایا ہے ؎

همسری با انبیا برداشتند　　اولیاء را همچو خود پنداشتند

انبیا کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر دیا　　اولیا کو اپنے جیسا سمجھ لیا

گفته اینك ما بشر ایشاں بشر　　ما و ایشاں بسته خوابیم و خور

کہا کہ ہم بھی انسان ہیں اور وہ بھی انسان ہیں　　ہم اور وہ سونے اور کھانے کے پابند ہیں

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچه باشد در نوشتن شیر و شیر

نیک لوگوں کے کام کو اپنے پر قیاس نہ کر　　اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) یکساں ہے

شیر آں باشد که مردم می خورد　　شیر آں باشد که مردم را درند

(یعنی اگرچہ شیر اور شیر لکھنے میں یکساں نظر آتے ہیں مگر) شیر (دودھ) وہ ہے جسے کو لوگ پی جاتے ہیں (اور) شیر وہ ہے جو لوگوں کو کھا جاتا ہے

مومنی اُو مومنی تو بے گماں　　در میانِ هر دو فرقِ بیکراں

رب بھی مومن ہے، تو بھی مومن ہے　　لیکن ہر دو مومنوں کے درمیان بے حساب فرق ہے

اس شعر سے نبی پاک کو اپنے جیسا (بشر) کہنے والوں کو نصیحت پکڑنی چاہیے

مومن اللہ کا نام ہے، حضور کا بھی نام ہے اور مسلمان بندے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لیکن انکے درمیان بے حساب فرق ہے.

مرشد کی تلاش

قرآنِ مجید میں بھی وسیلہ تلاش کرنے کا حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم کامیابی حاصل کرو۔

اس آیت مبارکہ میں ایمان لانے والوں کو تین باتوں کا حکم ہوا ہے اول تقویٰ اختیار کرنا دوم اللہ کی پہچان کے لئے وسیلہ پکڑنا، ڈھونڈنا یا تلاش کرنا پھر اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرنا۔

وسیلہ کا لغوی معنیٰ ''واضح راستہ اور ایسا ذریعہ ہے جو منزل مقصود تک پہنچا دے اور اس حد تک معاون و مددگار ہو کہ حاجت مند کی حاجت باقی نہ رہے اور اس وسیلہ کی بدولت وہ مقصود زندگی حاصل کر کے مطمئن ہو جائے''۔ لسان العرب جلد 11 صفحہ 725 میں وسیلہ کی تعریف یوں کی گئی ہے: ''جس کے ذریعے کسی دوسری چیز کا قرب حاصل کیا جائے اسے وسیلہ کہتے ہیں''۔

شرعی اصطلاح میں وسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کسی ایسی ہستی کو وسیلہ بنایا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو، جس نے راہِ سلوک طے کیا ہو اور اس راستہ کے نشیب و فراز سے واقف ہو۔ تصوف میں اس سے مراد مرشد، ہادی، شیخ یا پیر ہے جو خود شناسائے راہ ہو اور راہِ فقر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریم اقدس تک پہنچ چکا ہو اور اب اس قابل ہو کہ امت کے ناقص و خام عوام کی راہنمائی کر سکے۔ اور اپنی روحانی قیادت میں انہیں شیطانی وساوس و خطرات اور نفس کی تباہ کاریوں اور رکاوٹوں

سے بچا کر آگے لے جا سکے۔ اس صورت میں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ

''اے لوگو! کسی ہادی (مرشدِ کامل اکمل) کی تلاش کرو تا کہ رب تک پہنچ سکو''

بایزید بسطامی کا قول ہے:

جس کا شیخ (مرشد) نہیں اس کا شیخ شیطان ہے۔

یقیناً جب اصل رہنما کا ساتھ نہ ہوگا تو شیطان کے لیے آسان ہو جائے گا کہ وہ راستے سے ناواقف انسان کو بھٹکا دے۔ مرشدِ کامل ہی اس راہ میں سالک کا طبیب بھی ہے جو اس کی باطنی بیماریوں حسد، بہتان، غیبت، بغض، کینہ، بدگمانی، تکبر، عجب یعنی خود پسندی یا خودنمائی، ہوس، طمع لالچ، حرص وغیرہ کا علاج کر کے اس کی روح کو تندرست و توانا بناتا ہے تا کہ اس کے لیے یہ سفر طے کرنا مشکل نہ رہے۔ مولانا روم نے فرمایا ہے

هر که اُو بے مرشدے در راه شد اُو زغولاں گمره و در چاه شد

جو کوئی بھی بغیر مرشد کے راستہ پر چلا وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہوا

مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے۔ دل میں یادِ الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے اس کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ کاملین امت نے ایسے مرشد کی تلاش میں سینکڑوں، ہزاروں کوس کی مسافت کو پا پیادہ طے کیا ہے۔ اور ان کی رہنمائی اور دستگیری سے آسمان معرفت و حکمت پر مہر و ماہ بن کر چمکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے (قول جمیل) اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے شاہ اسمٰعیل صاحب دہلوی کو بھی لکھنا پڑا۔

"اهل سلوك ایں آیت را اشارت بسلوك مے فهمند و وسیله مرشد را مے دانند پس تلاش مرشد بنا بر فلاح حقیقی و فوز تحقیقی پیش از مجاهده

ضروری ست وسنت اللہ بر ھمیں منوال جا ریست لھٰذا بدون مرشد راہ یابی نادر است"۔(صراط مستقیم)

یعنی سالکان راہ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ پس حقیقی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ وریاضت سے پہلے تلاش مرشد ازبس ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان راہ حقیقت کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اسی لئے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ ونادر ہے۔

اکابر علماء تحصیلِ علم کے بعد تربیت، تزکیہ اور قرب باری کے حصول کے لیے اولیاء کے حضور حاضر ہوتے تھے اور یہ سنتِ انبیاء بھی ہے۔

ولی کی تلاش نبی کی سنت ہے

دیکھیں موسیٰ علیہ السلام نبی، رسول اور مرسل ہونے کے باوجود علم لدنی سیکھنے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے۔ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ سورہ کہف میں تفصیلاً ملتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے علم کی فوقیت کا تذکرہ فرمایا تو اللہ رب العزت نے فرمایا (فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ) ہر صاحب علم کے اوپر بھی کوئی صاحب علم ہوتا ہے تو پھر بحکم خداوندی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے سے زیادہ صاحب علم ہستی کی تلاش میں نکلے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا

(الکہف:60)

اور (وہ واقعہ بھی یاد کیجئے) جب موسیٰؑ (علیہ السلام) نے اپنے (جواں سال ساتھی اور) خادم (یوشع بن نون علیہ السلام) سے کہا: میں (پیچھے) نہیں ہٹ سکتا یہاں تک کہ میں دو دریاؤں کے سنگم کی جگہ تک پہنچ جاؤں یا مدتوں چلتا رہوں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے امر، اجازت اور اذن سے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور ان کی تلاش میں نکلے۔ سیدنا خضر علیہ السلام قول مختار اور اہل علم کی اکثریت کے قول کے مطابق ولی ہیں۔ اب ایک بات توجہ طلب ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام ایک ولی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر رسول اور نبی ہیں۔ ایک نبی ولی کی تلاش میں نکلا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولی کی تلاش میں جانا انبیاء کی سنت ہے۔ یہ ایک شرعی حجت ہے جو قرآن کی نص سے ثابت ہے کہ ولیوں کی تلاش میں جانا نبیوں کی سنت ہے۔ اب جو شخص اس نکتہ کا انکار کرے اسے نہ قرآن کی خبر ہے نہ انبیاء کی سنت کی خبر ہے۔

خضر علیہ السلام کی نسبت سے مردہ مچھلی کو زندگی مل گئی

حضرت خضر علیہ السلام کی بیان کردہ نشانیاں اور علامات ظاہر ہونے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا تو اس موقع پر قرآن مجید حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف کچھ یوں بیان فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○

''تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (خضر علیہ السلام) کو پالیا جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے علمِ لدنی (یعنی اَسرار و معارف کا اِلہامی علم) سکھایا تھا''۔ (الکھف، 18: 65)

حضرت خضر علیہ السلام کا اصل نام ''بلیا بن ملکان''، کنیت ''ابو العباس'' اور مشہور لقب ''خِضَرْ'' یا ''خَضِرْ'' ہے۔ آپ کو خضر کہنے کی وجوہات یہ ہیں کہ جہاں آپ کا قدم لگتا ہے وہاں سرسبز گھاس اگ جاتی ہے۔ آپ کا وجود زندگی کی علامت ہے۔ جن ہواؤں اور فضاؤں میں آپ سانس لیتے ہیں یا جس سمندر کے کنارے آپ کا مسکن ہے ان ہواؤں، فضاؤں اور پانی میں یہ خاصیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی مردہ شے وہاں آجائے تو اسے

زندگی نصیب ہوجاتی ہے۔اسی مناسبت سے آپ کا اسم گرامی ''خضر'' ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خلیفہ یوشع بن نون کو ساتھ لے لیا اور ایک مچھلی کاٹ کر بھون کر راستے کے کھانے کے لئے تیار کر کے رکھ لی اور چل پڑے۔راستے میں ایک مقام آیا ''مجمع البحرین'' جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں۔تھوڑی دیر وہاں آرام فرمایا۔اس کے بعد اٹھے آگے چل دیئے۔آگے چلے تو راستے میں آپ کو کھانے کی طلب ہوئی۔اس طلب کے پیش نظر آپ نے حضرت یوشع بن نون کو حکم فرمایا کہ ہمارا کھانا (جو مچھلی پکی ہوئی تھی) لاؤ تا کہ کھالیں۔

اس وقت حضرت یوشع بن نون عرض کرتے ہیں (یہ بات قرآن مجید کا متن ہے اور آیت قرآنی ہے۔یہ تفسیر نہیں ہے بلکہ نص ہے) عرض کرتے ہیں یا حضرت اللہ نے مجھے بھلا دیا تھا۔جس جگہ ہم رکے تھے جہاں دو دریا آپس میں ملے۔اب دریا تو زمین پر تھے مگر عارفانہ اور صوفیانہ تفسیر کے مطابق جہاں اللہ کا ولی ملا۔یہ وہ مقام تھا جہاں دو دریا آپس میں ملے۔یہ اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ ولی وہ ہوتا جہاں دریائے شریعت اور دریائے طریقت دونوں ملیں تو اس میں سے ولایت نکلتی ہے۔یہ ایک اشارہ تھا جو ایک عرفانی تفسیر کے اصول کے تحت ہے۔انہوں نے عرض کیا کہ وہاں جب رکے تو کٹی ہوئی بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہوکر برتن سے نکل کر بھاگ گئی تھی۔اور سرنگ بنا کر پانی میں چلی گئی۔مجھے بتانا یاد نہیں رہا۔

اب اس کی تفسیر اس مقام پر جو میں کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ جب آپ نے یہ سنا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا فتویٰ دیا اور فرمایا یوشع جہاں کٹی ہوئی بھنی ہوئی پکی ہوئی مردہ مچھلی جو زندہ ہوکر بھاگ گئی تھی۔بس یہی وہ جگہ ہے جس کی تلاش میں ہم نکلے تھے۔لہذا قرآن مجید نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ **علامت ولایت یہ ہے جہاں موت کو حیات مل جائے وہاں**

ولایت کا قدم ہوتا ہے۔ میں نے ابتداء میں لفظ بولا تھا کہ ولی کی تلاش میں جانا نبی کی سنت ہے۔اب وہ قرآن کی نص سے ثابت ہو گیا:

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ. (الکھف)

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: یہی وہ (مقام) ہے ہم جسے تلاش کر رہے تھے۔

یعنی خضر علیہ السلام کی تلاش جہاں مردہ مچھلی کو زندگی مل گئی اور موت حیات میں بدل گئی۔ پھر وہ وہاں پہنچے جہاں ولی عصر رہتا ہے۔ ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھ لیں نہ خضر علیہ السلام نے کوئی پھونک ماری تھی۔ نہ خضر علیہ السلام نے دم کیا تھا۔ نہ خضر علیہ السلام نے مچھلی کو مَس کیا تھا بلکہ وہاں جس پانی سے خضر علیہ السلام وضو کرتے ہیں جس پانی کو مَس کرتے ہیں اس پانی کے چھینٹے اس مچھلی پر پڑے تھے۔ جس ہوا اور فضا میں خضر علیہ السلام سانس لیتے ہیں۔ وہ ہوا اس مچھلی کو لگی تھی۔ صرف اس پانی اور ہوا کے مَس ہونے سے مردہ کو زندگی مل گئی تو قرآن کی نص سے معلوم ہوا کہ ولی کی کرامات میں سے ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بنی اسرائیل کا ولی محض اپنی سانس کی برکت سے موت کو حیات میں بدلتا ہے تو امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولی کتنی ہی موتوں کو حیات میں بدل سکتا ہے۔ پھر آپ وہاں پہنچے اور جب پہنچے تو قرآن مجید میں آتا ہے فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ.

''تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (حضرت خضر علیہ السلام) کو پالیا''۔

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا.

''جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے خصوصی رحمت عطا کی تھی''۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا.

''اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی (یعنی اسرار و معارف کا الہامی علم) سکھایا تھا''۔

یعنی اپنے خاص خزانے میں سے علم لدنی عطا کیا تھا۔ ولی کو اللہ کے خزانے میں سے خزانہ خاص سے رحمت خاص ملتی ہے اور اس کے خزانہ خاص سے علم لدنی ملتا ہے اور اس کی برکت اور علامت یہ ہے کہ موت حیات میں بدلتی ہے۔ مردہ دل زندہ ہوتے ہیں یہ اس کی برکات میں سے ہے۔

اولیاء اللہ لوگوں کے لیے فیض رسا، مددگار اور راہنما ہیں۔

اللہ رب العزت نے اس آیت میں حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں اپنا عبد خاص قرار دیا اور ان کے دو اوصاف کا ذکر بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا:

رحمت

علم

قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کو براہ راست علم وحی عطا ہونے کا ذکر نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے محدثین و مفسرین اور صوفیاء علم لدنی کے عطا ہونے کی وجہ سے ان کی ولایت کے قائل ہیں۔ آیئے! حضرت خضر علیہ السلام میں موجود اِن اوصاف کے عملی مظاہر کا مطالعہ کرتے ہیں:

صفتِ رحمت

رحمت کے لفظی معنی ''رقت'' کے ہیں یعنی کسی کو تکلیف اور مصیبت میں دیکھ کر دل میں نرمی کا پیدا ہونا اور اس کی مدد کرنا۔ حضرت خضر علیہ السلام کو رحمت کا حصہ وافر عطا ہوا، اسی بنا پر آپ مخلوق خدا کی مدد کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے اکٹھے سفر کرنے کے دوران (سورہ الکہف: 71 تا 77) جو تین واقعات پیش آئے، اُن تینوں واقعات کی بنیاد بھی سراسر رحمت ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے پشتہ کو توڑ کر اس کشتی کو عیب دار بنایا اور اس طرح اسے غاصب حکمران سے بچالیا۔ یہ عمل بھی اس غریب کشتی والے کے لئے رحمت ثابت ہوا۔

ایک معصوم بچے کو قتل کر کے بچے کے والدین کے ایمان کو بچانے میں ان کی مدد کی کہ اگر یہ بچہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کے ایمان کو کفر میں بدل دیتا۔

اسی طرح علاقہ کے لوگوں کے عمل سے بے نیاز ہو کر ایک گرتی ہوئی دیوار کو بغیر مزدوری کے تعمیر کیا جس سے یتیم بچوں کے مال کی حفاظت ممکن ہوئی۔ آپ کا یہ عمل بھی ان یتیم بچوں کے لئے رحمت ہی کا ایک اظہار تھا۔

ان تینوں واقعات میں حضرت خضر علیہ السلام نے دنیوی مفاد اور غرض وغایت سے لاتعلق ہو کر صرف رحمت خداوندی کے عطا ہونے کی بدولت مخلوقِ خدا کی مدد و نصرت فرمائی اور اُن کے لئے رحمت ثابت ہوئے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے اوصاف میں رحمت کا عنصر نمایاں طور پر کارفرما ہے جس کی وجہ سے آپ مخلوق خدا کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

صفتِ علم

حضرت خضر علیہ السلام کی جس دوسری صفت کا ذکر قرآن میں ہے وہ ''علمِ لدنی'' ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام کو علم لدنی یعنی علم خاص عطا فرمایا تھا جس بناء پر آپ لوگوں کے احوال اور اشیاء کی ماہیت و خاصیت اور باطنی امور پر بھی واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ سفر کا آغاز کیا تو عجیب واقعات دیکھ کر بار بار معترض ہوئے اور ان کا اس طرح بار بار معترض ہونا ہی وجہ افتراق بن گیا۔

حضرت خضر علیہ السلام جانتے تھے کہ کشتی چلانے والا لڑکا نیک صفت ہے، اس میں بزرگ

اور نیک لوگوں کی خدمت و ادب کی صفت ہے لیکن کشتی اچھی ہونے کی وجہ سے غاصب حکمران اس پر قابض ہو جائے گا۔ دوسرے واقعہ میں آپ نے عطا شدہ علم لدنی کی بناء پر جان لیا کہ یہ لڑکا جوان ہو کر اپنے والدین کے ایمان کے لیے نقصان کا باعث بنے گا، اس کے والدین اس بات کو نہیں جانتے لہٰذا آپ نے اپنے علم کی بناء پر والدین کی مدد و نصرت کی اور ان کے لیے اچھے بدل کی دعا کی۔ اسی طرح تیسرے واقعہ میں آپ کی نگاہ علم ولایت نے جان لیا کہ اگرچہ یہ بچے ماں باپ کے سرپرنہ ہونے کی وجہ سے خدمت گزار نہیں ہیں لیکن ان کے والدین نیک اور صالح تھے، ان کے والدین کی نیکی اور صالحیت کی بنا پر ان بچوں کی مدد کی۔

مندرجہ بالا سطور میں خضر بنی اسرائیل کی یہ شان سامنے آئی کہ وہ لوگوں کے لیے فیض رسا، مددگار اور راہنما ہیں۔

اولیاء اللہ کے معاملات پر اعتراض نہ کرو

اللہ رب العزت قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ-مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴿۵۲﴾

(52-الانعام)

اور جو لوگ اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں **انہیں اپنے سے دور نہ کرو** جو اللہ کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ پر ان کا کوئی حساب نہیں ہے اور نہ آپ کا کوئی حساب ان کے ذمہ ہے۔ اگر آپ نے انہیں اپنے سے دور ہٹایا تو یہ بات انصاف سے بعید ہوگی۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے

ناہی بدگمانی کرنی چاہیے کہ ان کے معاملات کی ہمیں سمجھ نہیں لحاظہ اس میں مداخلت کرنے سے اللہ منع فرماتا ہے کہ ہمارے ذمہ ان کا حساب نہیں۔ ہمیں بس حسن ظن رکھتے ہوئے ان کی صحبت سے فیض حاصل کرنا ہے۔

واقعہ موسیٰ وخضر علیہما السلام میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا جس پر سوار ہوکر دونوں نے دریا عبور کیا تھا، آگے چل کر ایک بچے کو قتل کر دیا، اس سے آگے بڑھے اور ایک بستی میں پہنچے، اہل بستی سے کھانا طلب کیا مگر انہوں نے انکار کر دیا، بستی میں ایک ٹیڑھی کمزور دیوار تھی جسے حضرت خضر علیہ السلام نے بغیر کسی اجرت کے درست کر دیا۔ ان تینوں واقعات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا جنہیں اعتراض نہ کرنے کی شرط کے ساتھ حضرت خضر نے اپنی صحبت میں رکھا تھا۔ تیسرے اعتراض کے بعد تینوں واقعات کی حکمتیں بتا کر حضرت خضر حسب شرائط حضرت موسیٰ سے علیحدہ ہو گئے۔ اس واقعہ سے یہ معنیٰ لیے گئے ہیں کہ مرشد کا کام یہ ہے کہ وہ دل کی کشتی کو توڑے تا کہ شیطان اس پر قابض نہ ہونے پائے، نفس امارہ کو قتل کرے جو طفل شریر کی مانند ہے، جو انسان کی گم راہی اور تباہی کا سبب بنتا ہے اور دین کی گرتی دیوار کو بغیر کسی اجرت کے درست کرے، تبلیغ کے اجر کا امیدوار اللہ سے ہو، بندوں سے نہیں۔ ایسا جو کرتا ہے وہی مرشد کامل اور خضر وقت ہے اور اس کے بظاہر خلاف شریعت افعال واشغال پر جو خاموش رہے وہی طالب صادق ہے۔ حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا یہ پورا واقعہ سورۃ الکہف (۶۰-۸۲) میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

بنی اسرائیل کے ولی کی جب یہ شان ہے جو اللہ رب العزت قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے تو اندازہ لگائیے کہ یہ امت محمدیہ جو تمام امتوں سے افضل ہے اس امت کے اولیاء تمام امتوں کے اولیاء سے افضل ہیں اور ان تمام اولیاء اللہ کے سردار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

رضی اللہ عنہ کی کیا شان وعظمت اور تصرف واختیار ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

خضرِ امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان

اللہ رب العزت نے آقا علیہ السلام کو نہ صرف پوری کائنات کا سردار بنایا بلکہ تمام انبیاء کرام اور رسل عظام کو منصب نبوت ورسالت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہر تصدیق لگنے کے بعد عطا ہوا۔ بعینہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو تمام اولیاء وصلحاء کاملین کا سردار بنایا اور آپ کی مہر ولایت کے بعد ہی ولایت کا منصب اولیاء وصالحین کو عطا ہوتا ہے۔ جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے جملہ اوصاف وکمالات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ میں جمع فرمادیے اسی طرح تمام اولیاء وصالحین وکاملین کے جملہ اوصاف وکمالات اور فیض کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی میں جمع فرمادیا۔ اسی لیے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِّی اللهِ.

''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے''۔

کثیر تعداد میں اولیاء وصالحین امت کی روایات موجود ہیں کہ دنیا بھر کے اولیاء وصالحین نے حضور غوث الاعظم کا یہ کلام سنا اور عملاً اپنی گردنیں جھکا کر آپ کی غلامی کو قبول کیا۔ آقا علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضور غوث الاعظم کو فیض کامل عطا فرمایا اور اپنا لعاب دہن عطا کر کے جملہ علوم ومعارف عطا کر دیئے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سے فیض کامل جب حضور غوث الاعظم کی ذات مقدسہ میں مجتمع ہوگیا تو نتیجتاً آپ نے اس کا اعلان بھی فرمایا۔

میرے پاس خضر علیہ السلام آئے تاکہ دیگر اولیاء کی طرح میرا بھی امتحان لیں۔ اس بات کا

مجھے پر کشف کر دیا گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہ رہ سکیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ آپ اسرائیلی ہیں تو میں محمدی ہوں۔ یہ رہا میدان معرفت اور یہ رہی عشق کی گیند اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ حق تعالیٰ جل شانہ اور یہ میرا کسا ہوا گھوڑا اور یہ میرا تیر کمان اور یہ میری تلوار ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی بیان فرماتے ہیں: المنتخبات من المکتوبات (مکتوب 56) روایت ہے کہ ایک روز آپ نے وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک چند قدم ہوا میں چلے اور فرمایا **قف یا اسرائیلی فاسمع کلام المحمدی** یعنی کہ اے اسرائیلی! توقف کر اور محمدی کی بات سنتا جا۔ جب آپ اپنی جگہ تشریف لائے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟۔ آپ نے نے فرمایا خضر علیہ السلام ہماری مجلس سے تیزی سے گزر رہے تھے تو میں نے ان کو آواز دی کہ محمدی کا وعظ بھی سنتے جائیں. .اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ جس ولی سے بھی ملاقات ہوتی تو آپ اس سے حضرت شیخ کی مجلس میں حاضر ہونے اور وعظ سننے کی نصیحت فرماتے اور یہ بھی فرماتے کہ جو کوئی دین و دنیا میں کامیابی کا متمنی ہے اسے چاہیے کہ سیدنا غوث الاعظم کی مجلس میں ہمیشہ شریک ہو۔

چونکہ اب فیض کامل ہو چکا تھا لہٰذا روایات میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کی مجالس علمی میں شریک ہوتے۔ اس طرح ولایت خضر کا کامل فیض جس میں بنیادی عناصر رحمت وعلم تھے، بحر بیکراں بن کر تقسیم ہونے لگا اور چہار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ لوگ دور دراز سے بڑی تعداد میں گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر آتے اور تقریباً 70 ہزار سے ایک لاکھ کا اجتماع ہوتا۔ 400 علماء آپ کی مجلس میں قلم دوات لے کر حاضر ہوتے اور آپ کے ملفوظات کو احاطہ تحریر میں لائے۔ (بہجۃ الاسرار)

اسی طرح آپ کی مجلس میں دنیا بھر سے اولیاء کرام جسمانی حیات اور ارواح کے ساتھ اور جن و ملائک بھی تشریف فرما ہوتے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح بھی جلوہ فرما ہوئیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نہ صرف خود شریک ہوتے بلکہ مشائخ زمانہ میں سے جس سے بھی ملاقات فرماتے۔ اسے حضرت غوث پاک کی مجلس میں شریک ہونے کی تاکید فرماتے۔ (اخبار الاخیار، سفینۃ الاولیاء)

آپ کی مجالس میں کرامات کا ظہور ہوتا، رحمت الٰہیہ کی برسات آپ کی مجلس پر ہمہ وقت جاری و ساری رہتی۔ آپ اپنی مجالس میں روحانی تصرف فرماتے۔ نہ کسی کو تھوک آتا، نہ کوئی کھانستا، نہ کوئی ایک دوسرے سے محو گفتگو ہوتا، نہ کوئی مجلس میں کھڑا ہونے کی جرات کرتا۔ محدث ابن جوزی جیسے محدثین پر رقت طاری ہو جاتی اور آپ کی مجالس سے بیک وقت کئی کئی جنازے اٹھتے۔

حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے فیض ولایت سے لوگ توبہ کر کے واپس جاتے اور ہر طرف آپ کے علمی، روحانی تصرفات کا چرچا تھا۔ آپ کو محی الدین کے لقب سے پکارا جانے لگا اور فیوضات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فیض و برکات خضر کا مجموعہ اپنے رفعتوں کو چھونے لگا۔

اولیاء اللہ سے محبت اللہ کی عطا ہے

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ

پس میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا (میں تمہیں یاد کروں گا)

So remember Me;I will remember you [2:152]

Abu Hurairah(May Allah be pleased with him) reported:
The Prophet(ﷺ)said,"When Allah loves a slave, calls out Jibril and says:'I love so-and-so;so love him 'Then Jibril loves him. After that he (Jibril) announces to the inhabitants of heavens that Allah loves so-and-so,so love him;and the inhabitants of the heavens (the angels) also love him and then make people on earth love him. [Sahih Bukhari]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے۔تم بھی اس سے محبت رکھو، چنانچہ جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام تمام اہل آسمان کو پکار کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت رکھتا ہے۔اس لیے تم سب لوگ اس سے محبت رکھو، چنانچہ تمام آسمان والے اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔اس کے بعد روئے زمین میں اسے مقبول کر دیا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا بندے سے محبت کرنے کے ثمرات میں سے یہ ہے کہ اسے زمین میں قبولیت مل جاتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے دل اس سے محبت کرتے ہیں، اس کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ [الحدید:۲۱]

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتے ہیں کہ میں فلاں شخص سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام آسمان میں اعلان کرتا ہے، پھر اہل زمین میں اس کی محبت اترتی ہے تو اللہ کے فرمان: ''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے لیے محبت پیدا کر دیں گے۔'' کا یہی مفہوم ہے۔'' صحیح سنن الترمذي، رقم:۲۵۲۸۔

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

کا مطلب ہے دنیا میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا۔

اولیاء کرام کی محبت درحقیقت اللہ کی عطا، دارین کی سعادت اور رضائے الٰہی کا سبب ہے۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ مخلوق کی حاجتیں پوری کرتا ہے ان کی دعاؤں سے خلق فائدہ اٹھاتی ہے

اولیاء اللہ کے پاس بیٹھنے والا کبھی بدبخت ومحروم نہیں ہوتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جب وہ ایسے لوگوں کو پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو نداء دیتے ہیں کہ ادھر اپنی حاجت کی طرف دوڑ آؤ۔ ارشاد فرمایا: پھر وہ آسمانِ دنیا تک ان پر اپنے پروں سے سایہ فگن ہو جاتے ہیں۔

پھر (جب وہ واپس اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں تو) ان سے ان کا رب پوچھتا ہے، حالانکہ وہ ان سے بہتر جانتا ہے، کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں: وہ تیری پاکیزگی، بڑائی، تعریف اور بزرگی بیان کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: اللہ رب العزت کی قسم! تجھے تو انہوں نے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت زیادہ عبادت کریں، تیری بہت زیادہ بزرگی بیان کریں اور تیری بہت زیادہ تسبیح کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں: وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے رب! اللہ کی قسم، انہوں نے اسے دیکھا تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو گا؟ وہ عرض کرتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس کی بہت زیادہ حرص، بہت زیادہ طلب اور بہت زیادہ رغبت رکھنے والے ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں: دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: اللہ کی قسم! اسے دیکھا تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اگر اسے دیکھ لیں تو ان کا اس سے بھاگنا اور ڈرنا بہت زیادہ بڑھ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **گواہ رہنا میں نے انہیں بخش دیا۔** ایک فرشتہ عرض کرتا ہے: ان میں فلاں شخص ایسا بھی تھا جو (ذکر کے لیے نہیں بلکہ) اپنی حاجت کے لیے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وہ (یعنی میرے اولیاء اللہ) ایسے ہم نشیں ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بد بخت و محروم نہیں ہوتا۔**''

Tirmidhi, al-Jami-us-sahih 5:579#3600

اولیاء اللہ کا خدمت گزار کتا بھی فیض پا گیا

کتے کے بیٹھنے کی ادا موضوع قرآن بن گئی

دنیا میں ہزاروں لوگ کتے پالتے ہیں ساتھ رکھتے ہیں مگر کوئی کتے کی بیٹھنے کی ادا بیان نہیں کرتا کیونکہ یہ انسانی کلام کا موضوع ہی نہیں۔ کتا کتا ہے جیسے چاہے بیٹھے۔ مگر جب کتا اولیاء اللہ، اللہ والوں صحبت اختیار کر لے تو یہ اللہ کو اس قدر پسند ہے کہ اللہ قرآن کریم میں اس کتے کے ذکر کے ساتھ اس کے بیٹھنے کے انداز کو بھی بیان کرتا ہے

وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ. (الکہف، 18)

اور اُن کا کتا (اُن کی) چوکھٹ پر اپنے دونوں بازو پھیلائے (بیٹھا) ہے۔

کتے کو یہ مقام اُن غار نشین اولیائے حق کی بدولت ملا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ جب وقفے وقفے سے اصحابِ کہف دائیں بائیں کروٹ لیتے تو وہ کتا بھی کروٹ لیتا تھا۔ یہ اُسی صحبت نشینی کا اثر تھا جس کا ذکر وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ میں ہوا۔ تو سوال یہ ہے کہ اصحاب کہف کے کتے نے کتنی نمازیں ادا کیں تھیں کتنے روزے رکھے تھے کتنے حج کیے تھے؟ پھر کیوں اللہ نے اس کتے کا ذکر قرآن کریم میں کیا اور کیوں وہ قیامت کے دن جنت میں جائے گا؟

صرف ایک وجہ اور وہ یہ کہ یہ کتا اللہ والوں سے محبت کرتا تھا اور ان کی صحبت میں رہنے کا خواہشمند تھا اللہ کو یہ بات اتنی پسند آئی کے اس کتے کا ذکر قرآنِ کریم میں کیا اور اب قیامت تک ہوتا رہے گا۔ تو جو بنی اسرائیل کے ولیوں سے محبت کرے اگر کتا بھی ہو تو اللہ اس کو اتنا بلند مقام و مرتبہ عطا فرماتا ہے تو جو اس امت کے اولیاء جو تمام امتوں سے افضل ہیں ان کے سردار اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے گھر سے ولایت چلی جو ان سے محبت کرے اس کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

بعض رِوایات میں ہے کہ اصحابِ کہف نے اِس خدشے کے پیشِ نظر کہ کتے کے بھونکنے سے کہیں ظالم بادشاہ کے کارندے اُن تک نہ آن پہنچیں، بہت کوشش کی کہ کتا غار سے چلا جائے۔ وہ اُسے دُھتکارتے لیکن وہ اُن کی چوکھٹ پر جم گیا اور تین صدیوں تک فیضِ رحمت سے بہرہ یاب ہوتا رہا۔

اور (اے سننے والے!) تو انہیں (دیکھے تو) بیدار خیال کرے گا حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم (وقفوں کے ساتھ) انہیں دائیں جانب اور بائیں جانب کروٹیں بدلاتے رہتے ہیں، اور ان کا کتا (ان کی) چوکھٹ پر اپنے دونوں بازو پھیلائے (بیٹھا) ہے، اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لیتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا اور تیرے دل میں ان کی دہشت بھر جاتی، (الکہف 18)

کہتے ہیں سوتے میں ان کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور اس قدر طویل نیند کا اثر ان کے ابدان پر ظاہر نہیں ہوا اس سے کوئی دیکھے تو سمجھے جاگتے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان لوگوں میں شان ہیبت وجلال اور اس مکان میں دہشت رکھی تا لوگ تماشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں۔ ان کے ساتھ ایک کتا بھی لگ گیا تھا۔ اس پر بھی صحبت کا کچھ اثر پہنچا اور صدیوں تک زندہ رہ گیا۔ اس کتے کو بھی اسی حالت میں نیند آ گئی ہے۔ سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے اس کتے کی کتنی شان ہوگئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر آیا اور وہ قیامت میں لباس انسانی میں جنت میں جائے گا۔

جو جس جماعت کی پیروی کرے گا اسی جماعت اور اسی گروہ میں شمار کیا جائے گا اور جیسی صحبت اختیار کرے گا ویسا ہی ہوجائے گا اور کل قیامت میں اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا ،اصحاب کہف کا کتا صالحین کی صحبت اختیار کرنے کی وجہ سے جنتی ہوگیا ورنہ اس کے پاس کون سی نیکیاں تھیں نیکوں کی صحبت نے ہی اسے جنتی بنا دیا :مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ

مِنْهُمْ ۔ جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی میں سے ہوجاتا ہے۔(ابوداؤد: کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ)

اصحابِ کہف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے کُتّے کا مقام ومرتبہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان فرماتے ہیں: اَصحابِ کَہف کا کتّا بلعم باعُور کی شکل (کا) بن کر جنّت میں جائے گا اور وہ اس کتّے کی شکل (کا) ہوکر دوزخ میں پڑے گا۔اُس (یعنی اصحابِ کَہف کے کُتّے) نے محبوبانِ خدا کا ساتھ دِیا، اللہ نے اُس کو انسان بنا کر جنّت عطا فرمائی اور اُس (یعنی بلعم باعُور) نے محبوبانِ خدا سے عداوت (یعنی دشمنی) کی (نتیجتاً وہ تباہ وبرباد ہوگیا)۔(ملفوظاتِ اعلی حضرت، ص۳۶۶)

مُفَسّرِ شہیر، حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: چند جانور جنّت میں جائیں گے:

(1) حُضُور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنی قَصوا،

(2) اَصحابِ کہف کا کُتّا،

(3) حضرت سَیِّدُنا صالح علیہ السلام کی اُونٹنی اور

(4) حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ رُوحُ اللہ علیہ السلام کا دراز گوش۔

(مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۰۱)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: اگر زمین مسجد کے لئے وقف ہوجائے تو اُس کی شان و عظمت بڑھ جاتی ہے، اصحابِ کہف کے کُتّے نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے پیاروں کیلئے وقف کردی تو اُسے ہمیشہ کی زندگی مل گئی، زمین اور کُتّا زندگی وقف کرنے کی وجہ سے شان والے ہوگئے، تو اگر انسان اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی رِضا وخوشنودی کے حُصُول کی خاطِر دِین کے لئے وقف کردے تو فرِشتوں سے بھی افضل ہوجائے گا۔

(تفسیرِ نعیمی، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۳، ۳/ ۱۳۴)

ننانوے آدمیوں کا قاتل اللہ والوں کے سبب بخش دیا گیا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا، پھر وہ یہ پوچھتا پھرتا تھا کہ کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس نے ایک راہب کے پاس جا کر یہ سوال کیا کہ کیا اس کے لئے توبہ (کی کوئی گنجائش) ہے؟ اس راہب نے کہا: تمہاری توبہ قبول نہیں ہوسکتی۔ یہ سن کر اس (شخص) نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور اس نے پھر سوال کرنا شروع کیا اور وہ اس بستی سے نکل کر دوسری بستی کی طرف جانے لگا جس میں کچھ نیک لوگ رہتے تھے۔

جب اس نے اس راستہ کا کچھ حصہ طے کیا تھا تو اسے موت نے آلیا۔ اس نے اپنا سینہ پہلی بستی سے کچھ دور کرلیا (اور اس بستی کی طرف کر دیا)۔ اسی حال میں اسے موت آ گئی۔ پھر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں (اس کی روح لے جانے پر) بحث ہوئی۔ وہ ایک بالشت کے برابر نیک آدمیوں کی بستی کے قریب تھا۔ سو اسے نیک لوگوں کی بستی سے لاحق کر دیا گیا۔ ایک اور روایت میں اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس (برے لوگوں کی) بستی کو حکم فرمایا: تو (اس کی نعش سے) دور ہو جا اور اس (نیک لوگوں کی) بستی کو حکم فرمایا: تو (اس کی نعش سے) قریب ہو جا۔''

اور صحیح مسلم میں ایک اور روایت میں ہے:- اللہ تعالیٰ نے اس طرف کی زمین کو حکم دیا کہ دور ہو جاؤ اور طرف کی زمین کی حکم دیا کہ قریب ہو جاؤ، پھر فرشتوں سے ناپنے کو کہا تو انہوں نے نیک لوگوں کی بستی کو بالشت بھر قریب پایا، چنانچہ اس کو بخش دیا گیا۔

مسلم في الصحيح، كتاب: التوبة، باب: قبول توبة القاتل وإن كثر قتله، 4 / 2119، الرقم: 2766، وأبو يعلى في المسند، 2 / 305، الرقم: 1033

سبحان اللہ معلوم ہو کے اللہ والوں کی محبت ان کی صحبت کی اہمیت اعمال سے بڑھ کر ہے۔ سارے اعمال منہ پر مار دیے جائیں گے اگر اولیاء اللہ سے بغض رکھا۔

یہ تو بنی اسرائیل کے اولیاء کی شان ہے اور یہ امت جو تمام امتوں سے افضل اس کے اولیاء تمام امتوں کے اولیاء سے افضل اور ان سب کے سردار غوثِ اعظم حضور شیخ عبدالقادر جیلانی سے محبت عقیدت نسبت کا انعام واکرام کس قدر ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

قیامت کے دن اولیاء اللہ کی شان اور ان سے نسبت رکھنے والوں کی شفاعت

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ وَخِلَاسٍ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله عليه وآله وسلم قَالَ: إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِائَةَ رَحْمَةٍ، قَسَمَ مِنْهَا رَحْمَةً بَيْنَ أَهْلِ الدُّنْيَا فَوَسِعَتْهُمْ إِلَى آجَالِهِمْ، وَأَخَّرَ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ لِأَوْلِيَاءِهِ، وَإِنَّ الله تَعَالَى قَابِضٌ تِلْكَ الرَّحْمَةَ الَّتِي قَسَمَهَا بَيْنَ أَهْلِ الدُّنْيَا إِلَى تِسْعٍ وَتِسْعِيْنَ فَكَمَّلَهَا مِائَةَ رَحْمَةٍ لِأَوْلِيَاءِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ: هَذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ

''امام محمد بن سیرین وخِلاس دونوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے اس نے ایک رحمت کو اہلِ دنیا کے درمیان تقسیم کر دیا پس وہ ان کی اموات تک انہیں اپنے احاطہ میں لیے رہے گی جبکہ ننانوے رحمتوں کو اس نے اپنے اولیاء کے لئے محفوظ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ دنیا پر تقسیم کی جانے والی رحمت اور باقی ننانوے کو اپنے قبضہ میں لینے والا ہے پھر

قیامت کے دن وہ ان سورحمتوں کی اپنے اولیاء پر تکمیل کرے گا۔''

اسے امام حاکم نے روایت کیا ہے، اور کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور انہوں نے اس لفظ کے ساتھ اسے بیان نہیں کیا۔ شیخین نے اس مفہوم میں دو احادیث پر اتفاق کیا ہے

الحاکم فی المستدرك، 1/123، الرقم: 185،

وأحمد بن حنبل فی المسند، 2/514، الرقم: 10681.

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **میری امت کے ستر ہزار یا سات لاکھ افراد (بغیر حساب وعذاب کے) جنت میں داخل ہوں گے، یہ ایک دوسرے کو (نسبت کی وجہ سے باہم) تھامے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ ان کا پہلا (قیادت کرنے والا) اور آخری شخص جنت میں داخل ہو جائے گا۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔''**

البخاری فی الصحیح، کتاب: الرقاق، باب: یدخل الجنة سبعون ألفاً بغیر حساب، 5/2396، الرقم: 6177

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **مجھے ستر ہزار افراد ایسے عطا کیے گئے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور ان کے دل ایک شخص کے دل کے مطابق ہوں گے۔ میں نے اپنے رب عزوجل سے زیادہ چاہا تو اس نے (اپنے ان مقربانِ خاص کی سنگت اختیار کرنے والوں کا خیال رکھتے ہوئے ان میں سے) ہر ایک کے ساتھ مزید 70 ہزار کا میرے لئے اضافہ فرمایا۔** اسے امام احمد، ابویعلی اور ابنِ کثیر نے روایت کیا ہے۔ أحمد بن حنبل في المسند، 1/6، الرقم: 22، أبویعلی في المسند، 1/104، الرقم: 112۔ وابن کثیر في تفسیر القرآن العظیم، 1/393، والہیثمي في مجمع الزوائد، 10/410.

مقام ولایت پر دعائیں قبول ہوتی ہیں

قرآن کریم میں حضرت ذکریا علیہ السلام کا ذکر ہے جنہوں نے حضرت مریمؓ کے لیے عبادت کے لیے ایک حجرہ بنایا، پھر جب آپ ان کے عبادت خانہ میں داخل ہوتے تو وہاں بے موسم کے پھل پڑے دیکھتے، اور تعجب فرماتے، تو حضرت مریمؓ فرماتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔

حضرت ذکریا علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی، ان کی بیوی بانجھ تھی، جب انہوں نے مریمؓ کا یہ جواب سنا تو فوراً اسی مقام پر اللہ سے دعا کی:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ-قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً-اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ(38)

ترجمہ: یہاں پکارا ذکریا اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی ہے دعا سننے والا

وہیں ذکریا نے اپنے رب سے دعا مانگی۔ حضرت ذکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی دیکھی تو وہیں یعنی مقام ولایت پر پاکیزہ اولاد کی دعا مانگی۔

اس آیت سے چند چیزیں معلوم ہوئیں۔ جس جگہ رحمتِ الٰہی کا نزول ہوا ہو وہاں دعا مانگنی چاہیے جیسے جس مقام پر اللہ کی ولیہ حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو غیب سے رزق ملتا تھا وہیں حضرت ذکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگی۔ اسی وجہ سے تاجدارِ رسالت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے روضہ اقدس اور مزاراتِ اولیاء پر دعا مانگنے میں زیادہ فائدہ ہے کہ یہ مقامات رحمتِ الٰہی کی بارش برسنے کے ہیں۔ علماء کرام نے اس جگہ کو مقبولیت کے مقامات سے شمار کیا جہاں کسی کی دعا قبول ہوئی ہو۔ لہٰذا جہاں اولیاء کرام

رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کا وجود ہو یا جہاں وہ رہے ہوں وہاں دعا کرنی چاہیے کیونکہ اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم بکثرت دعا کرتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں تو جہاں وہ رہے ہوں گے وہاں دعائیں ضرور قبول ہوئی ہوں گی۔

صالحین کے ذکر پر رحمت کا نزول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ

(الفردوس بماٴثور الخطاب، دیلمی، ج3، ص18، رقم:4073)

ترجمہ: جب صالحین کا ذکر کیا جاتا ہے تو رحمت نازل ہوتی ہے۔

تو جہاں خود اللہ کا ولی صالح بندا موجود ہو، آرام فرما ہو وہاں کس قدر رحمتوں کا نزول ہوتا ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

برکاتِ اولیاء علیہم الرّحمہ کے سبب فتح ونصرت اور رزق کی فراہمی

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :لَا يَزَالُ فِي أُمَّتِي شِيْعَةٌ (وفی روایة : سَبْعَةٌ) لَا يَدْعُوْنَ اللهَ بِشَيءٍ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهُمْ، بِهِمْ تُنْصَرُوْنَ وَبِهِمْ تُمْطَرُوْنَ، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ : وَبِهِمْ يُدْفَعُ عَنْكُمْ.

"میری امت میں ہمیشہ کچھ لوگ (ایک روایت میں ہے کہ سات اشخاص) ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے جب بھی کوئی چیز مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرما دیتا ہے۔ انہی کے ذریعے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور انہی کے ذریعے تم پر بارش برسائی جاتی ہے۔ اور (راوی بیان کرتے ہیں) میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اور انہی کے ذریعے تم سے مصیبتوں کو ٹالا جاتا ہے۔" أبوداود، مراسیل، 1:236، رقم:309۔ ابن مبارك، الجهاد، 1:153، رقم:195۔ معمر بن راشد، الجامع، 11:250

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَنْ تَخْلُوَ الْأَرْضُ مِنْ أَرْبَعِيْنَ رَجُلًا مِثْلَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ، فَبِهِمْ يُسْقَوْنَ، وَبِهِمْ يُنْصَرُوْنَ، مَا مَاتَ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ آخَرَ. وَقَالَ قَتَادَةُ: لَسْنَا نَشُكُّ أَنَّ الْحَسَنَ مِنْهُمْ.

''زمین کبھی بھی (ایسے) چالیس آدمیوں سے خالی نہیں ہوگی جو خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانند ہوں گے۔ انہی کے تصدق سے لوگوں کو سیراب کیا جائے گا اور انہی کے صدقے ان کی مدد کی جائے گی۔ ان میں سے کوئی آدمی اس دنیا سے پردہ نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی اور آدمی کو لے آتا ہے۔

1. طبراني، المعجم الأوسط، 4:247، رقم: 4101

2۔ هيثمي، مجمع الزوائد، 10:63 (امام ھیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں ہمیشہ تیس آدمی (ابدال) رہیں گے جن کے صدقے یہ زمین قائم و دائم رہے گی اور جن کے تصدق سے تم پر بارش برسائی جائے گی اور جن کے ذریعے تمہاری مدد کی جائے گی۔

هيثمي، مجمع الزوائد، 10:63 (امام ھیثمی کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔ 2. ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، 1:304

درج بالا احادیثِ مبارکہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ امتِ مسلمہ میں ہر زمانہ میں اللہ رب العزت کے کچھ اولیاء، صالحین اور مقرب یافتگان بندے موجود ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل اپنے اِن صالح بندوں کی برکات کے سبب سے امتِ مسلمہ کو فتح و نصرت، بارش اور رزق سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اِن سے اپنے عذاب کو بھی رفع فرماتا ہے۔

اکابر علماء کا ولی مرشد کی صحبت اختیار کرنا

امام ابوحامد الغزالی

امام ابوحامد الغزالیؒ نے فرمایا: ”ابتداء میں، میں صوفیوں پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ یہ اُس وقت تک تھا جب تک میں نے اپنے شیخ، شیخ یوسف النسّاج کی صحبت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ انہوں نے میرے دل کو ایسے چمکایا جیسے آئینہ صاف کر دیا جاتا ہے۔ مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: ‘اے ابوحامد غزالی! اپنے مشاغل کو چھوڑ دو اور اُن لوگوں کے ساتھ رہو جو میری عزت وجلال کی قسم، میرے محبوب بندے ہیں۔ وہ جنہوں نے میری محبت کی تلاش میں دنیاوی ترجیحات کو ترک کر دیا ہے۔’ میں نے عرض کی: ‘یا اللہ! تیری عزت کی قسم، میں ایسا ہی کروں گا۔ مجھے اُن لوگوں سے **حسنِ ظن** عطا فرما۔’ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ‘یہ عطا کر دیا گیا۔۔۔’ جب میں بیدار ہوا، تو فوراً شیخ یوسف النسّاج کے پاس گیا۔ وہ مسکرائے اور فرمایا: ‘اے ابوحامد! یہ تمہارے میرے ساتھ رہنے کے آغاز کی برکت ہے جو ظاہر ہوگئی ہے۔ اور اگر تم میرے ساتھ رہے، تو تمہاری آنکھیں فضل وتائید کے سرمہ سے مزین ہو جائیں گی۔۔۔’ ماخذ: شخصیات الصوفیہ، شیخ طٰہٰ عبدالباقی (وفات: ۱۳۸۲ھ)، صفحہ ۱۵۴، مطبوعہ: مصطفیٰ بابی الحلبی، قاہرہ، ۱۳۶۸ھ

امام ابوحامد غزالی رحمہ اللہ احیاء علوم الدین میں ارشاد فرماتے ہیں:

ایمان والوں کی صحبت اختیار کرو، ان سے یقین وایمان کا علم حاصل کرو، ہمیشہ ان کی پیروی کرتے رہو تاکہ تمہارا ایمان مضبوط ہو جائے جیسا کہ ان کا ایمان مضبوط ہوا۔

یہ ارشاد اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ایمان کی پختگی صحبتِ صالحین کے بغیر ممکن نہیں۔

ولی ومرشد کی صحبت وقت آخر کام آئے گی

امام فخر الدین رازی جنہوں نے قرآن کریم کی سب سے بڑی تفسیر لکھی اس تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں اگر میں اعوذ باللہ کے مسائل نکالنا شروع کردوں تو میں دس ہزار مسائل صرف اعوذ باللہ کے نکال سکتا ہوں۔

غور کریں امام صاحب کتنے بڑے عالم ہوں گے۔ جب آپ کا نزع کا وقت آیا تو شیطان حملہ آور ہوگیا۔ شیطان نے کہا مولوی صاحب ذرا یہ تو بتاؤ خدا کو کس طرح پہچانتے ہو۔ امام فخر الدین رازی نزع کے وقت قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر دلیلیں دے رہے ہیں۔ وہ اللہ ہے، وہ خالق ہے، وہ مالک ہے۔ امام صاحب نے ایک دلیل دی شیطان نے توڑ دی، دوسری دی وہ بھی توڑ دی، تیسری دلیل دی وہ بھی توڑ دی، امام صاحب نے نزع کے وقت خدا کو ماننے اور پہچانے کی ایک سو ایک دلیلیں پیش کیں، شیطان نے سب توڑ دیں ،قریب تھا کہ ایمان پر حملہ ہوجاتا۔

خواجہ نجم الدین کبریٰ امام فخر الدین رازی کے پیر ومرشد ہیں۔ خواجہ نجم الدین نے ہزاروں میلوں کے فاصلے پر سے اپنے مرید امام صاحب کو دیکھ لیا کہ نزع کا وقت ہے، شیطان حملہ آور ہے۔ خواجہ صاحب وضو فرما رہے تھے۔ تو آپ نے فوراً وضو کے پانی کی چھینٹیں مار کر کہا: **رازی تو یہ کیوں نہیں کہتا ہے میں خدا کو بغیر دلیل مانتا ہوں۔**''

امام فخر الدین رازی نے جب اپنے پیر کی آواز سنی تو فوراً کہا: شیطان میں خدا کو بغیر دلیل مانتا ہوں۔ جب آپ نے کہا تو شیطان بھاگ گیا۔ آپ کا ایمان محفوظ رہا۔

امام صاحب کتنے بڑے عالم ہیں مگر نزع کے وقت اللہ کے ولی نے حفاظت کی۔ ولیوں کا دامن صرف دنیا میں ہی کام نہیں آئے گا بلکہ قبر اور حشر میں بھی کام آئے گا۔ پیر کے بغیر یہ منزلیں طے کرنا بڑی مشکل ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

پیر کی تلاش کرو اس لئے کہ اگلا سفر بڑا خوف اور بڑے خطر والا ہے، اگر اس خوفناک اور خطرے والے سفر سے بچنا چاہتا ہے تو کسی اللہ والے کا مرید ہو جا

امام محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ

امام ابن عربی اپنی کتاب کنہ مالابدّ منہ للمرید میں لکھتے ہیں:

ایسا کامل مرشد تلاش کرو جو تمہیں صراطِ مستقیم پر چلائے۔"

یہ نصیحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سالک کی کامیابی مرشد کامل سے وابستگی کے بغیر ممکن نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبت کے بارے میں فرمایا: لولا سنتان لهلك النعمان۔

اگر وہ دو سال نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ میں نے دو سال امام جعفر صادق کی صحبت اختیار کی اور وہ روحانی علم حاصل کیا جس نے مجھے تصوف کے راستے کا عارف بنایا۔ [الدر المختار، ج1، ص43]

امام شافعی رحمہ اللہ

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے صوفیہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے تین باتیں سیکھیں:

1. گفتگو کا سلیقہ،
2. نرمی اور نرم دلی کے ساتھ لوگوں سے پیش آنا،
3. تصوف کے طریقے۔" [تنویر القلوب، ص405]

یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ صوفیہ کی مجالس نہ صرف روحانی علم کا سرچشمہ ہیں بلکہ عملی اخلاقیات کا مدرسہ بھی ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اے میرے بیٹے! صوفیاء کی صحبت اختیار کرو، کیونکہ وہ علم کا چشمہ ہیں۔ وہ دلوں میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ زاہد ہیں اور سب سے زیادہ روحانی قوت رکھنے والے ہیں۔" [غذاء الالباب، ج 1، ص 120]

یہ قول واضح اعلان ہے کہ بڑے بڑے فقہا اور ائمہ بھی مرشد کی صحبت کے محتاج تھے۔

مولانا جلال الدین رومیؒ

مولانا جلال الدین رومیؒ کے روحانی مقام اور مرشد کی اہمیت پر ان کے گہرے کلام کو اُجاگر کرتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے رومؒ
تا غلامِ شمس تبریزؒی نہ شد

ترجمہ: مولوی (جلال الدین) کبھی مولائے رومؒ نہ بن سکا، جب تک شمس تبریزؒ کا غلام نہ ہوا۔

یہاں مولانا رومیؒ اپنی عاجزی کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ بتا رہے ہیں کہ ظاہری علم اُنہیں روحانی کمال تک نہ پہنچا سکا لیکن جب وہ شمس تبریزؒ کے در پر جھک گئے، تب جا کر اُن کے اندر نورِ باطن کا ظہور ہوا، اور وہ ایک 'رومی' یعنی عاشقِ حق بنے۔

مولانا رومیؒ کے کلام کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ: علمِ ظاہر انسان کو عالم بناتا ہے، مگر علمِ باطن

مرشد کے فیض سے انسان کو عارف بناتا ہے۔"

صد کتاب وصد ورق، در نار کن جان و دل را جانب دلدار کن

سَو کتابیں اور سَو ورق آگ میں ڈال دے، اور دل و جان کو محبوبِ حقیقی کی طرف موڑ دے۔ مولانا رومیؒ اس شعر میں یہ پیغام دے رہے ہیں کہ: محض ظاہری علم، کتابیں، اور الفاظ اگر انسان کو اللہ کی معرفت اور قربِ الٰہی تک نہ لے جائیں تو وہ روحانی ترقی میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ دل و جان سے "دِلدار" یعنی اللہ تعالیٰ اور اولیاء اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ یہاں "دلدار" سے مراد وہ ذات ہے جو دل کو اصل اطمینان، نور اور سچائی عطا کرتی ہے اور اس تک رسائی مرشد کامل یا اولیاء اللہ کے وسیلے سے ممکن ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ شاہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "زمین پر اللہ کا کوئی ولی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاص نظرِ رحمت کے تحت نہ ہو۔ جب تم اللہ کے ولی کی صحبت میں بیٹھتے ہو، تو جو فیض تمہیں حاصل ہوتا ہے، وہ دراصل اسی خاص نظرِ الٰہی کا عکس ہوتا ہے۔" اولیاء اللہ کی صحبت صرف نصیحت یا معلومات کا ذریعہ نہیں بلکہ الٰہی تجلیات کا مظہر ہوتی ہے۔ اس صحبت سے جو روحانی روشنی اور نور ملتا ہے، وہ اللہ کی خاص عنایت کا عکس ہے، جو اُس ولی کے دل پر پڑتی ہے اور پھر دوسروں کو منتقل ہوتی ہے

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دل آخرت کی کھیتی ہے۔ ایمان کو اس دل کی زمین میں بو دو۔ اسے نیک اعمال سے سیراب کرو، اسے کھاد دو، پروان چڑھاؤ۔ اگر دل میں نرمی اور توانائی ہو تو یہ زمین زرخیز ہو جاتی ہے، اور اچھی فصل دیتی

ہے۔لیکن اگر دل سخت ہو، غرور اور حقارت سے بھرا ہو، تو روح بنجر ہو جاتی ہے، اور کوئی فصل نہیں اگتی۔

فنی نکتہ (روحانی زراعت کی مثال):

دل=کھیت، ایمان=بیج، نیک اعمال=پانی، کھاد۔، اولیاء=کسان

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مزید فرماتے ہیں:

اس کھیتی کا فن سیکھو اُن کسانوں سے یعنی اللہ کے ولیوں سے۔اپنی رائے کو کافی نہ سمجھو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر فن میں ماہر سے مدد لو۔(الفتح الربانی، صفحہ 202)

اولیاء اللہ اور غیر اللہ میں فرق

جان لیں کہ ایک ہیں اولیاء اللہ ۔ یہ اللہ کے دوست، اللہ کے مقرب اور محبوب بندے ہیں۔ دوسرے ہیں من دون اللہ جس کے لفظی معنی ہیں غیر اللہ یا اللہ کے سوا۔ یہ حقیقتاً بت ہیں۔ من دون اللہ کی بیشتر آیات بتوں کے حق میں نازل ہوئیں۔ کفار اور مشرکین مکہ ان بتوں کو اپنا حاجت روا مانتے، مشکل کشا گردانتے، انہیں اپنا شفیع جانتے، ان کی پوجا کرتے، ان کو پکارتے۔ اللہ نے رد میں فرمایا:

مالکم من دونہٖ من ولی ولا نصیر

اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں

اور فرمایا *مالکم من دونہٖ من ولی ولا شفیع*

اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا ولی ہے اور نہ ہی شفاعت کرنے والا

من دون اللہ سے مراد ہیں بت تو اللہ نے ان بتوں کی مذمّت میں آیتیں اُتاریں اور فرمایا کہ من دون اللہ کو مت پکارو یہ تمہیں کوئی نفع و نقصان نہیں دے سکتے۔ یہ تمہیں کیا نفع و نقصان دیں گے یہ تو اپنے اوپر سے مکھی تک نہیں اُڑا سکتے۔ اللہ ان بتوں کے حق میں فرماتا ہے۔ اَلأعراف 194

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

بیشک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو،

اس آیت کا اطلاق انبیاء و اولیا پر کرنے سے بہت سے لوگ گمراہ ہوئے جبکہ آیت بتوں

کے بارے میں ہے

کیونکہ اگلی آیت اس بات کو واضح کرتی ہے۔

" کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں یا ان کے آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں تم فرماؤ کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤ چلاؤ اور مجھے مہلت نہ دو۔"

جبکہ اپنے دوستوں، اولیاء اللہ کی شان میں فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

*** جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں***

اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعے برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں

اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے

اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے

اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے

اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے

اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔

میں نے جو کام کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی اس طرح متردد نہیں ہوتا جیسے بندۂ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہوں۔ اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند نہیں۔

لہذا پتہ چلا وہ خصوصیات جو اللہ نے بتوں کے لئے تردید کی اس حدیث میں اللہ چاروں خصوصیات کو اپنے دوستوں اولیاء کے ساتھ اپنے آپ کو منسلک فرماتا ہے۔

مدد مانگنے یا مدد کرنے کا قرآنی تصور

حضرت عیسیٰ وموسیٰ علیہما السلام کا اللہ کے علاوہ مدد مانگنا۔

قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصاراللہ۔ (سورہ آل عمران آیت 52)

(حضرت عیسی علیہ السلام نے) کہا۔ اللہ کی طرف کون لوگ میرے مددگار ہیں؟ تو ان کے مخلص ساتھیوں نے عرض کیا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں۔۔۔۔

اس آیت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے۔ حضرت مسیح نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔ اللہ تعالی کے مقرب نبی براہ راست اللہ سے مانگنے کی بجائے اپنے دوستوں سے مدد مانگ رہے ہیں اور انکے حواری انہیں مدد کا وعدہ بھی دے رہے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج کے توحید پرست حضرات کو انبیائے کرام علیہم السلام سے بھی بڑھ کر توحید کی سمجھ آ گئی ہے کہ انبیائے کرام تو اپنے ساتھیوں سے مدد مانگتے رہے اور اللہ تعالی نے اسے شرک نہ کہا بلکہ امت مسلمہ کے لیے سبق کے طور پر قرآن کا حصہ بنا دیا۔ اور ہمارے توحید پرست حضرات مسلمانوں, پر شرک کے فتوے لے کر چڑھ دوڑیں۔

دیوبند کے سب سے بڑے عالم مولانا اشرف علی تھانوی صاحب امداد المشتاق کے صفحہ 44 پر لکھتے ہیں۔ ''ایک دن حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ نظرِ بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے ہے،

آپ نے ہمت وتوجۂ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچالیا''

اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء واولیاء کو ولی (مددگار) بنایا

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ

سو بیشک اللہ ہی اُن کا مولیٰ (دوست ومددگار) ہے، اور جبریل اور صالح مومنین بھی

یہاں پر مولا مددگار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار (مولا) کون کون ہیں:

1. اللہ تعالیٰ
2. جبریل علیہ السلام
3. نیک مسلمان
4. تمام فرشتے

یہ کہنا جہالت ہے کہ اللہ ہی مولا ہے جب کہ صالح مومنین نبی پاک کے مددگار ہیں جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار ہیں۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُون

بیشک تمہارا (مددگار) دوست تو اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی ہے اور (ساتھ) وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں خواہ وہ حالتِ رکوع میں ہوں

مولانا تو اللہ ہے (قرآن)

اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے، ہمارا مددگار ہے۔ سورۂ بقر میں ہے

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما

You are our protector, so give us victory over the disbelieving people.[surah al-Baqarah 2:286]

جبکہ لوگ ہر داڑھی والے کو مولانا کہتے ہیں۔ تو یہ شرک ہوا۔ انہوں نے مولانا بنائے ہوئے ہیں انہیں چاہیے کہ اب یہ کسی کو مولانا نہ کہیں کیونکہ مولانا تو اللہ ہے اور انہوں نے لاکھوں بنائے ہوئے ہیں! جو اسم اللہ کے لیے آیا لوگ اپنے مولویوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ تو شرک فی الاسماء ہے۔ اگر ایسے شرک ہونے لگے تو دُنیا کا کوئی بھی آدمی شرک سے نہ بچے۔ ہر فرقہ کا آدمی مولوی کو مولانا کہتا ہے تو بتائیں شرک سے کون سا فرقہ بچا؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ محض لفظوں کے اطلاق سے شرک لازم نہیں آتا جب تک کہ حقیقی برابری اور مساوات مراد نہ لی جائے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا: "جب کسی معاملے میں پریشانی ہو تو قبروں والوں سے مدد لو، یعنی ان نیک اور بافضیلت لوگوں سے جو وفات پا چکے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی قبروں کی زیارت کرنے والے کو ان کی برکت سے روحانی مدد حاصل ہوتی ہے، اور اکثر اوقات جب ان کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے تو مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔" [تفسیر روح المعانی، جلد 30، صفحہ نمبر 27-28]

مومن حاجت روا مشکل کشا۔ حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من قضى لأحد من أمتي حاجة يريد أن يسره بها فقد سرني ومن سرني فقد سر الله ومن سر الله أدخله الله الجنه

دیلمی ،مسند الفردوس،546:3،رقم:5702

''جو میرے کسی امتی کو خوش کرنے کے لیے اس کی حاجت پوری کرے اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''من أغاث ملهوفا كتب الله له ثلاثا و سبعين مغفرة واحدة فيها صلاح أمره كله وثنتان وسبعون له درجات يوم القيمة''

بیہقی، شعب الایمان، 6: 120، رقم: 7670

''جس نے کسی بیچارے مظلوم کی فریاد رسی کی اللہ پاک اس کے لیے تہتر بخششیں لکھتا ہے جن میں ایک کے سبب اس کے تمام معاملات سدھر جاتے ہیں اور بہتر درجے اس کو قیامت کے دن ملیں گے۔''

سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی کی مافوق الاسباب کرامت کا بیان

قرآن مجید میں اس کرامت کا پسِ منظر یہ ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے ملکہ بلقیس کا تخت لانے کا کہا تو ایک جن کھڑا ہوا:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ.

''ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا: میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام سے اٹھیں اور بے شک میں اس (کے لانے) پر قادر (اور) امانت دار ہوں۔'' (النمل، 39:27)

آپ علیہ السلام نے اس کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔ اس کے بعد آپ

علیہ السلام کی امت کا ایک ولی کھڑا ہوا، اس کا تعارف قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ.

''(پھر) ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس لا سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلٹے (یعنی پلک جھپکنے سے بھی پہلے)، پھر جب (سلیمان علیہ السلام نے) اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا (تو) کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے۔''

حضرت آصف بن برخیا جنہیں کتاب کا کچھ علم عطا ہوا ان کی شان وعظمت کا یہ عالم کہ 900 میل دور ملک صبا سے پلک جھپکنے میں تخت بلقیس کے آئے۔۔۔تو جو اس امت کے اولیاء کرام ہیں جو پچھلی امتوں سے افضل ہے ان کی شان وعظمت وتصرفات واختیارات کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

جبرئیل علیہ السلام مافوق الاسباب اُمور میں مدد کی

حضرت جبرئیل علیہ السلام جب اللہ کے اِذن سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وِلادت کے سلسلے میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اِنسانی رُوپ میں آئے تو اُن سے کہا: اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا o

ترجمہ: (جبرئیل نے) کہا میں تو فقط تیرے ربّ کا بھیجا ہوا ہوں (اس لئے آیا ہوں) کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں o۔(مریم، 19:19)

مذکورہ بالا آیت میں جبرئیل امین علیہ السلام کا قول اُمورِ مافوق الاسباب میں سے ہے کیونکہ شادی اور اِزدواجی زندگی کے بغیر بیٹے کا ہونا اور اس پر یہ کہنا کہ: ''میں تجھے پاکیزہ بیٹا دوں'' مافوق الاسباب اُمور میں مدد کی بہت بڑی قرآنی مثال ہے اور اسبابِ عادیہ کے بغیر

اِس دنیا میں اِس کا تصوّر بھی محال ہے۔

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص محض توسل کی نیت سے اللہ ربّ العزّت کے کسی برگزیدہ بندے کے وسیلے سے اولاد طلب کرے تو کچھ نادان دوست فی الفور شرک کا فتویٰ لگا دینے سے نہیں چوکتے جبکہ کوئی غیر خدا۔۔۔ جبرئیل علیہ السلام۔۔۔ کہے کہ ''میں بیٹا دیتا ہوں'' اور اللہ تعالیٰ خود اُس کا ذِکر قرآنِ مجید میں کرے تو کیا یہ اُسی طرح شرک نہیں ہوگا؟ مانگنے کی صورت میں تو مانگنے والا پھر بھی اِنسان ہی رہتا ہے مگر یہ کہنا کہ ''میں بیٹا دیتا ہوں'' اِس جملے کو اگر مجازی معنی پر محمول نہ کیا جائے تو حقیقی معنوں میں تو یہ سراسر خدا بننے کے مترادف ہے۔ اولاد سے نوازنا فعلِ اِلٰہی ہے اور بندے کا کام اُس سے اُس کی عطا کی بھیک مانگنا ہے۔ بندے کا غیر اللہ سے مانگنا اگر شرک ہے تو پھر کسی دینے والے غیرِ خدا کا قول یہ کہ ''میں بیٹا دیتا ہوں'' تو بدرجۂ اولیٰ شرک قرار دیا جانا چاہئیے۔ اِس مقام پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جبرئیلِ امین علیہ السلام تو ''لِأَهَبَ لَكِ غُلَاماً'' کہہ کر بھی (معاذ اللہ) مشرک نہ ہوئے بلکہ اُن کا قول، قولِ حق رہا تو اُن کے اس قول کی آخر کیا توجیہہ ہوگی؟

جواب: یہ قول تو اگرچہ روح الامین کا ہے کہ میں بیٹا دیتا ہوں مگر اِس سے مُراد یہ ہے کہ وہ بیٹا جو اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمانے والا ہے ''میں'' اُس کا سبب، وسیلہ اور ذریعہ بنتا ہوں۔ پس مذکورہ آیتِ کریمہ میں ''لِأَهَبَ لَكِ غُلَاماً'' میں مدد دینے کا عمل پایا گیا مگر اس سے مُراد محض توسل ہے اور ان کا بیٹا دینے کا قول مجازِ قرآنی کی ایک عمدہ مثال ہے۔

قرآن کریم کی نظر میں زندہ اور مردہ

بعض لوگ نادانی اور کم علمی کی بناء پر یہ کہتے ہیں کہ زندوں کے پاس جاؤ ان سے مانگو مردوں سے نہیں۔ ایسا کہنے والے قرآن کی تعلیمات سے ناواقف ہیں۔ حقیقت میں انبیاء کرام اولیاء کرام اور اہلِ ایمان زندہ ہیں اور بے ایمان کافر کو اللہ مردہ قرار دیتا ہے۔ انسان کی زندگی اور موت محض جسمانی حالت کا نام نہیں بلکہ قرآن کریم کی روشنی میں حقیقی زندگی ایمان اور معرفتِ الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی طرح موت صرف جسمانی اختتام نہیں بلکہ روحانی وقلبی مردگی بھی موت کے زمرے میں آتی ہے۔ قرآنِ حکیم مختلف مقامات پر زندہ اور مردہ کی حقیقت کو واضح کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ حقیقی زندہ وہ ہے جس کا دل ایمان اور ذکرِ الٰہی سے آباد ہو، جبکہ حقیقی مردہ وہ ہے جو کفر اور غفلت کی تاریکی میں ڈوبا ہو۔

قرآن کریم میں زندہ کون ہے؟

1۔ایمان اور ذکر سے آباد دل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ

(سورۃ الانعام:122)

ترجمہ: "کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور بنا دیا کہ وہ لوگوں میں اس کے ساتھ چلتا ہے (کیا وہ اس کے برابر ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور ان سے نکل نہیں سکتا؟)" یہاں "مردہ" سے مراد ایمان سے محروم اور گمراہی میں مبتلا انسان ہے جبکہ "زندہ کرنا" سے مراد ایمان اور ہدایت کی روشنی عطا کرنا ہے۔

2.دلوں کی زندگی ایمان کے ساتھ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کو دلوں کی زندگی کا ذریعہ قرار دیا:

>يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (سورۃ الانفال:24)

ترجمہ:"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو قبول کرو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشتی ہے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ حقیقی زندگی ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں ہے۔

ذکرِ الٰہی کرنے والے: جو اللہ کے ذکر سے دل کو زندہ رکھتے ہیں۔ "لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا" (یٰس 70) ترجمہ: تاکہ قرآن اس کو ڈرائے جو زندہ ہے (یعنی جس کا دل زندہ ہے)۔

3.شہداء کی ابدی زندگی

قرآن نے شہداء کو زندہ قرار دیا ہے:

> وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (سورۃ البقرۃ:154)

ترجمہ:"اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔" یہاں جسمانی موت کے باوجود روحانی زندگی کو اجاگر کیا گیا ہے۔

بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" (آل عمران 169)

ترجمہ: بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔

معلوم ہوا ظاہری طور پر جو ایمان والا اللہ کی راہ میں قتل ہو گیا وہ حقیقت میں زندہ ہے۔

قرآن کریم میں مردہ کون ہے؟

1.کفار اور غافلین

قرآن کفار کو"مردہ" کہتا ہے کیونکہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں:

>إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ (سورۃ النمل:80)

ترجمہ:" بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں۔"

یہاں"مردہ" سے مراد کفار ہیں جو حق سننے اور قبول کرنے کی صلاحیت کھو چکے ہیں۔

☆ یہاں پر مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (قبروں میں مدفون مُردوں) سے مراد کافر ہیں۔ اَئمہ تفسیر نے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنھم سے یہی معنی بیان کیا ہے۔ بطور حوالہ ملاحظہ فرمائیں: تفسیر اللباب لابن عادل الدمشقی (15: 199، 200)، تفسیر القرطبی (14: 340)، تفسیر البغوی (3:569)، زادالمسیر لابن الجوزی (7:484)، تفسیر الخازن (3:498)، تفسیر ابن کثیر (3:553)، الدرالمنثور للسیوطي (7:18)، اور فتح القدیر للشوکانی (4:346)

2.غفلت اور دلوں کی سختی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

>أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (سورۃ النحل:21)

ترجمہ:" وہ مردہ ہیں زندہ نہیں، اور انہیں یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔"

یہ آیت بتاتی ہے کہ باطل معبود اور ان کے پیروکار دونوں روحانی طور پر مردہ ہیں۔

3.دلوں کی موت

قرآن دل کی موت کو بھی ذکر کرتا ہے:

> ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً (سورۃ البقرۃ:74)

ترجمہ:" پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، پس وہ پتھروں کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔" یہ دل کی موت ہے، جو ایمان اور ذکرِ الٰہی سے خالی ہو جاتا ہے۔

خلاصہ: قرآن کریم کی نظر میں زندہ وہ ہے جو ایمان، ہدایت، ذکرِ الٰہی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے نور سے منور ہے۔ مردہ وہ ہے جو کفر، شرک، نفاق اور غفلت میں ڈوبا ہوا ہے، خواہ جسمانی طور پر زندہ ہی کیوں نہ ہو۔ شہداء کو قرآن نے جسمانی موت کے باوجود زندہ قرار دیا ہے، کیونکہ ان کی روحانی زندگی باقی ہے۔

تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت مردہ وہ ہے جسے ایمان کی نعمت نصیب نہ ہو۔ چاہے وہ بظاہر زندہ ہو، لیکن قرآن کی روشنی میں وہ مردہ ہے۔"" اور ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں فرمایا:"" بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، یہ کبھی بھی سیدھی راہ پر نہیں آئیں گے۔" (سورہ البقرہ 18:2) اوپر دی گئی آیات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ قرآن کی نظر میں مردہ، بہرا، گونگا اور اندھا وہ شخص ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتا، جس کا دل ایمان اور یقین سے خالی ہے۔

حقیقی زندگی وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور ایمان کے نور سے حاصل ہوتی ہے۔ اور حقیقی موت وہ ہے جو کفر و گمراہی کی تاریکی میں بسر کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کی کافروں اور بتوں سے متعلق آیات کا انبیاء و اولیا پر اطلاق کرنا خوارج کا شیوہ ہے

قرآنی الفاظ کا عموم ہو یا خصوص، ضروری ہے کہ ان کے استعمال کا اصول اور اسلوب ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔ اگر یہ بنیادی پہلو ہی نظر انداز ہو گیا تو اس غلط تفسیر و تعبیر سے گمراہی کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ خوارج و گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق بھی یہی تھا کہ اصل مدعا کو سمجھے بغیر الفاظ کے ظاہری عموم کی بناء پر قرآنی حکم کا ہر جگہ اطلاق کرتے تھے

خواہ وہ اطلاق قطعاً غیر موزوں اور غلط ہی کیوں نہ ہوتا۔ خوارج کے بارے میں منقول ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، وَ قَالَ : اِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا إِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں (خوارج کو) بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: یہ وہ لوگ ہیں جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق اہلِ ایمان پر کرتے ہیں۔

بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین و المعاندین و قتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین، 6:2539

بظاہر خوارج بڑے نماز روزے کے پابند تھے مگر صرف اپنے آپ کو صحیح مسلمان سمجھتے اور اکابر صحابہ کو کافر و مشرک گردانتے، واجب القتل سمجھتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہوئے خوارج نے عراق کی سرحد پر واقع علاقے حروراء کو اپنا مرکز بنا لیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ''شرک'' اور ''بدعت'' کے الزامات لگائے، آپ کو کافر قرار دیا اور آپ کے خلاف مسلح بغاوت کر دی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بعد اُمت کے شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہداء اُحد کی قبروں کے پاس کھڑے ہو کر یہ الفاظ ارشاد فرمائے: **خدا کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔** (بخاري)

اللہ ہمیں قرآن کریم کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

محبت اور اعمال

قرآن وحدیث کا نچوڑ یہ ہے کہ اللہ والوں کی محبت عقیدت اور صحبت سے ہی اعمال صالحہ نصیب ہوتے ہیں اور اگر نہ بھی ہوں تو نجات یقینی ہے کیونکہ اولیاء اللہ سے محبت کرنے والوں کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا۔

قیامت کی تیاری محبت ہے اعمال نہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا کہ (یارسول اللہ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: میرے پاس تو کوئی تیاری نہیں۔ میں نے تو اس کے لئے بہت سے اعمال تیار نہیں کیے، نہ بہت سی نمازیں اور نہ بہت سے روزے سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم (قیامت کے روز) اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو۔

اعمال جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ ہی اسے جہنم سے بچائیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کسی کو اس کے اعمال جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ ہی اسے جہنم سے بچائیں گے اور نہ مجھے، مگر یہ کہ اللہ کی طرف سے رحمت کے ساتھ۔ (صحیح مسلم۔ جلد: ۳/ تیسرا پارہ/ حدیث نمبر: ۷۰۹۸/ حدیث متواتر مرفوع)

سو آدمیوں کا قاتل اللہ والوں کے سبب بخش دیا گیا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا، پھر وہ یہ پوچھتا پھرتا تھا کہ کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس نے ایک راہب کے پاس جا کر یہ سوال کیا کہ کیا اس کے لئے توبہ (کی کوئی گنجائش) ہے؟ اس راہب نے کہا: تمہاری توبہ قبول نہیں ہوسکتی۔ یہ سن کر اس (شخص) نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور اس نے پھر سوال کرنا شروع کیا اور وہ اس بستی سے نکل کر دوسری بستی کی طرف جانے لگا جس میں کچھ نیک لوگ رہتے تھے۔ جب اس نے اس راستہ کا کچھ حصہ طے کیا تھا تو اسے موت نے آلیا۔ اس نے اپنا سینہ پہلی بستی سے کچھ دور کر لیا (اور اس بستی کی طرف کر دیا)۔ اسی حال میں اسے موت آ گئی۔ پھر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں (اس کی روح لے جانے پر) بحث ہوئی۔ وہ ایک بالشت کے برابر نیک آدمیوں کی بستی کے قریب تھا۔ سو اسے نیک لوگوں کی بستی سے لاحق کر دیا گیا۔ ایک اور روایت میں اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس (برے لوگوں کی) بستی کو حکم فرمایا: تو (اس کی نعش سے) دور ہو جا اور اس (نیک لوگوں کی) بستی کو حکم فرمایا: تو (اس کی نعش سے) قریب ہو جا۔'' اور صحیح مسلم میں ایک اور روایت میں ہے:- اللہ تعالیٰ نے اس طرف کی زمین کو حکم دیا کہ دور ہو جاؤ اور طرف کی زمین کی حکم دیا کہ قریب ہو جاؤ، پھر فرشتوں سے ناپنے کو کہا تو انہوں نے نیک لوگوں کی بستی کو بالشت بھر قریب پایا، چنانچہ اس کو بخش دیا گیا۔

مسلم فی الصحیح، کتاب: التوبة، باب: قبول توبة القاتل وإن کثر قتلة، 4/2119، الرقم: 2766، وأبو یعلی فی المسند، 2/305، الرقم: 1033

محبت رسول کریم صلی اللہ وآلہ وسلم اور اعمال

محبت تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی عبادت سے پہلے ہے۔

لتومنوا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ و تسبحوا بکرۃ و اصیلا

اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست　　بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق جس نے اپنا سامان بنالیا یہ بحر و بر اس کے دامن کے کونے میں سما گئے

اگر محبت ہے تو اعمال میں کمی نقصان نہیں پہنچا سکتی:

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص کا نام عبداللہ تھا اور لوگ اس کو حمار کہتے تھے، یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی پریشان ہوتے تو وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی مزاحیہ بات کر دیتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو شراب پینے پر حد جاری کی اور سزا دی۔ دوبارہ شراب پی پھر حد جاری کی گئی اسطرح بار بار سزا ملنے پر بھی شخصی و بشری کمزوری کے باعث شراب پی لیتے۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ! اس پر لعنت کر کہ کس قدر یہ (شراب پی کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں لایا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کو لعنت مت کرو، قسم ہے اللہ کی! میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے۔"

ہنسانے کا یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے محبت کا آئینہ دار ہے کیونکہ انسان جس سے محبت کرتا ہے فطرتی بات ہے کہ اسے خوش دیکھنا اور خوش رکھنا چاہتا ہے۔ یعنی وہ

شخص بظاہر عمل میں بہت کمزور تھا۔ بلکہ گناہگار تھا۔لیکن اپنے دل میں محبتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھنے کے باعث نہ صرف لعنت سے بچا لیا گیا بلکہ زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محبت کی گواہی بھی دے دی۔ یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے دعویدار تو لاکھوں کروڑوں ہیں لیکن زبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے "محبت" پر گواہی تو کسی کسی کو ہی نصیب ہوئی ہوگی۔ اور بظاہر کمزور اعمال والے اس صحابی کو بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی محبت کی گواہی دے کر اسے لعنت سے بچا لیا۔

شریعت نماز روزے کی پابندی اور محبت سے خالی دین سے خارج ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالِ (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نامی شخص نے جو کہ بنی تمیم سے تھا کہا: یارسول اللہ! انصاف کیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن اڑا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، کیونکہ اس کے (ایسے) ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے۔
(بخاری شریف، کتاب الادب، 5 / 2281، الرقم: 5811)

احادیث کے موازنے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ محبت وادبِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلِ ایمان ہے۔ مومن ہونے کی شرط ہی محبتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔جیسا کہ متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے

قیامت کے دن بخشش کا دارومدار رحمت وفضل الٰہی پر ہے اعمال پر نہیں

اعمال جنت میں داخل ہونے کے بعد بندے کے درجات کا تعین کرتے ہیں۔ یعنی جس کا عمل جس درجہ کا ہوگا اسے وہی درجہ ملے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالٰی ہے: ''اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث اپنے ان اعمال کی وجہ سے بنا دیئے گئے، جو تم (دنیا میں) کرتے رہے'' (سورۃ الزخرف) حدیث میں بیان ہوا:

حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُدْخِلُ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيرُهُ مِنَ النَّارِ وَلَا أَنَا إِلَّا بِرَحْمَةٍ مِنَ اللهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کسی کو اس کے اعمال جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ ہی اسے جہنم سے بچائیں گے اور نہ مجھے، مگر یہ کہ اللہ کی طرف سے رحمت کے ساتھ (صحیح مسلم)

ایک گنہگار نافرمان کی بخشش کا سبب حضرتِ سیّدُنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص اِنتہائی گنہگار تھا اس نے اپنی ساری زِندگی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانیوں میں بَسر کی، جب وہ مرگیا تو بنی اسرئیل نے اسے یُونہی بے گور وکفن گندگی کے ڈھیر پر ڈال دیا۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کی طرف وَحی بھیجی کہ ہمارا ایک دوست فوت ہوگیا ہے اور لوگوں نے اسے گندگی پر پھینک دیا۔ تم اُسکو اُٹھاؤ اور عِزَّت واِحْتِرام کے ساتھ اس کی تَجْہِیز وتَکْفِین کرواور اس کا جَنازہ پڑھادو۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام اس جگہ پہنچے تو دیکھا کہ وہ تو ایک گُنہگار شخص تھا، آپ کو حیرت تو بہت ہوئی لیکن اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے حُکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ عَلَیْہِ السَّلام نے نہایت اِعزاز واِکرام کیساتھ اس شخص کی تَجْہِیز وتَکْفِین کی اور نمازِ جنازہ پڑھا کر دَفنا دیا۔

بعد میں آپ عَلَیْہِ السَّلام نے دَربارِ الٰہی میں عرض کی: ، یا اللہ! یہ شخص تو بڑا مُجرم وخَطا کار تھا ،ایسے اِعزاز کا حَقْدار کیسے ہوگیا؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا:

اے موسیٰ! تھا تو یہ واقعی بہت گُنہگار اور سخت سزا کا حَقْدار مگر اسکی یہ عادت تھی کہ جب کبھی توریت کھولتا: وَنَظَرَ اِلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَبَّلَہٗ وَوَضَعَہٗ عَلٰی عَیْنَیْہِ وَ صَلّٰی عَلَیْہ، اور محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ پاک کو دیکھتا تو فرطِ محبّت سے اس نامِ پاک کو چومتا، اسے آنکھوں سے لگاتا اور آپ کی ذاتِ طیبہ پر دُرُودِ پاک کے پھول نچھاور کرتا تھا، پس میں نے (اسی عمل کی وجہ سے) اسے قدر ومنزلت عطا کی اس کے گُناہوں کو مُعاف کردیا اور ستّر حُوریں اس کے نِکاح میں دیں۔'' حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، ۴/ ۴۵، حدیث: ۴۶۹۵

حضرت علیؓ شیرِ خدا نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز کو قربان کردیا: ابن حجرؒ اور ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ غزوہ ءخیبر کے دوران صہباء کے مقام پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سرِ انور رکھ کر اِستراحت فرما رہے تھے۔ اور نماز عصر کا وقت قضا ہوگیا۔ حضرت علیؓ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام کا خیال رکھتے ہوئے نماز وقت پر ادا نہ کرسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ بے شک علیؓ آپ کی اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں مصروف میں ہے'' (پھر حضور کی دعا سے سورج دوبارہ طلوع ہوا اور حضرت علیؓ نے عصر کی نماز ادا کی)

مولی علی نے واری تری نیند پر نماز — اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلی خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں — اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
ہاں تو نے ان کو جاں دی، انہیں پھیر دی نماز — پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

دفاع شان غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

وَيَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (علم کے) دو برتن یاد کر لیے ہیں۔ ایک کو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسرا برتن اگر میں پھیلا دوں تو میری یہ شہ رگ کاٹ دی جائے۔ (بخاری شریف)

سیّدنا غوث الاعظم کا مقام فنافی الرسول:

مناقب غوثیہ میں حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ سیدنا غوث الاعظم ذاتاً، فعلاً اور قولاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں فنا ہو چکے تھے اور آپ کو فنافی الرسول کا حقیقی شرف حاصل تھا۔

آنجناب غوثیت مآب اپنے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم مبارک پر ہوتا ہے اور میں اپنے جد امجد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک پر ہوں۔

آپ کا فرمان کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہوں:

جملہ انبیاء کی روحانیت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی روحانیت سے اخذِ فیضان کیا ہے۔ اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں اور انبیاء ہی سے اقتباسِ فیض کرتے ہیں جس ولی کو جس نبی سے فیض حاصل ہوتا ہے اس کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ولی فلاں نبی کے قدم پر ہے۔ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے مثلاً کسی ولی کو ولایتِ ابراہیمی، کسی کو ولایت یوسفی، کسی کو ولایتِ موسوی، کسی کو ولایت عیسوی حاصل ہوتی

ہے۔منتخب اولیاء اللہ بوجہ اپنی جامعیت کے ولایتِ محمدی سے نوازے جاتے ہیں۔آفتاب حقیقت محمدی کا سایہ مثل سایہ آفتاب ہر قرن میں گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔حتی کہ زمانۂ رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سمت الراس پر آیا اور غایتِ نور وظہور کے باعث اُس نے اپنے سایہ کو بھی غائب پایا۔آفتاب وحدت حقیقی اس وقت سمت الراس تجلیٔ ذات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تاباں ہوا اور آپ کو تمام وکمال اپنے ہی نورِ ذات وصفات سے منور فرما کر ظلمتِ امکانیہ سے محفوظ کر دیا۔آسمانِ نبوت کے نصف النہار پر یعنی نقطہ اعتدالی درمیانی کے بلند ترین مقام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاباں ودرخشاں ہیں۔بجانب مشرق تمام دیگر انبیاء اور بجانب مغرب تمام اولیاء اللہ متمکن ہیں۔ ہر ولی جو مغرب میں ہے اپنے محاذِ مشرقی کے نبی کے مشرب پر ہے۔اُس نبی کے قلب پر اس ولی کا قلب ہے اور اس نبی کے قدم پر اُس ولی کا قدم ہے۔انبیاء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اقرب ترین نبی عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اولیاء میں ا قرب ترین ولی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور ہر اعتبار سے مقابل ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یعنی علی کرم اللہ وجہہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہیں اور ختم ولایتِ محمدی حضرت مہدی علیہ السلام پر ہے اور وہ ہر اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظلّ ہوں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہوں گے۔

جنگِ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانند ہیں جنہوں نے فرمایا تھا ’’فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور رحیم ‘‘ اور حضرت عمر حضرت نوح علیہ السلام کی مانند ہیں۔جنہوں نے کہا تھا ’’لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا‘‘ (مدارج النبوۃ) اور حضرت ابوذر

غفاری زہد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثل ہیں (ترمذی) یعنی یہ حضرات ان انبیاء کے قدموں پر ہیں جن کی یہ مثل ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوب بنام خواجہ محمد ہاشم میں لکھا ہے کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشرب (قدم) پر ہوں۔ حضور غوث اعظم حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہیں جیسا کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا:

وَ کُلُّ وَلِیٍّ لَّهٗ قَدَمٌ وَّ اِنِّیْ

عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

''ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور بے شک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہوں جو آسمانِ کمال کے بدر کامل ہیں''

یعنی آپ ہر لحاظ سے مظہرِ جمال و کمال مصطفائی ہیں اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔

ذٰلك فضل الله یو تیه من یشاء۔ (مظہرِ جمالِ مصطفائی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے نشان:

شیخ کمال الدین ابن شیخ المشائخ عبداللطیف بغدادی شامی غیاثی نے اپنی کتاب اللطائف اللطیفہ میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا غوث اعظم کی روح سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال کے مشاہدہ میں از حد مشتاق ہونے کے باعث اولیاء اللہ کے آخری مقام سے کہیں اوپر پہنچ کر ایک لطیف جسم بن گئی۔ اور سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار فیض کے آثار سے مستفیض ہوئی جو آپ کو معراج کے وقت عطا کیا گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قدم میری گردن پر رکھ دیجیے تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدم مبارک رکھ دیے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا آئی کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں۔ عرض کی مولا کریم میں اس کو اپنے عشق و محبت میں سرمست دیکھ رہا ہوں اور

اس کا نام تو بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی یہ حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے آپ کا بیٹا ہے۔ اور میں نے اس کا نام عبدالقادر رکھا ہے۔ اور مقام ولایت ومعشوقیت میں یکتا ہونے کے علاوہ یہ آپ کا پیارا بیٹا محبوب ازلی اور معشوق سرمدی بھی ہے۔ تو سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے فیض مخصوص سے شرف بخشا اور فرمایا میرے بیٹے ہمیں ایک دوسرے کو دیکھ کر خوشی ہوئی اور تو اللہ کا محبوب ہے اور میرا محبوب بھی ہے اور میرا خلیفہ ہے اور میرے قدم تیری گردن پر ہیں اور تمہارے قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہوں گے۔ جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ ویسے ہی سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے درمیان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے نشان تھے۔

(شیخ محی الدین اربلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر ص ۵۰)

چنانچہ وہ باتیں جو ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص تھیں وہ آنجناب میں بھی پائی جاتی تھیں کہ جس طرح بدن مبارک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر بھی مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور جس طرح پسینہ مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبودار ہوتا تھا اسی طرح عرقِ جسد مبارک حضرت غوث الاعظم بھی معطر و معنبر ہوتا تھا اور جس طرح زمین حضور کے بول و براز کو نگل لیتی تھی اسی طرح حضور غوث الاعظم کے بول و براز کو بھی زمین نگل لیتی تھی۔ چنانچہ جب اس بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو حضور غوث الثقلین نے قسم اٹھا کر فرمایا:

"تاللہ ھذا وجود جدی ولا وجود عبد القادر"

''خدا کی قسم یہ وجود میرے نانا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ہے نہ کہ عبدالقادر کا وجود''

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیٹے عبدالجبار میں سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک میں فنا ہو گیا ہوں اور مجھے بقا بالنبی کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ وجود میرے نانا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ہے نہ کہ عبدالقادر کا وجود، بیٹے نے پھر عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بادل سایہ کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ میں یہ بات نہیں ہے (یعنی آپ پر بادل سایہ کیوں نہیں کرتا) فرمایا: کہ اس لیے کہیں مجھے لوگ نبی نہ کہنا شروع کر دیں۔

(شیخ محی الدین اربلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر ص ۱۰۷)

پس اس کلام میں یہ مفہوم ظاہر ہے کہ سیدنا غوث الاعظم بحسب ذات وصفات و اقوال و افعال و حالات و کمالات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فانی تھے۔ اسی کو فنائے اتم کہتے ہیں۔ یعنی آنجناب غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کو ذات وصفات، اقوال و افعال اور احوال و کمالات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس قدر فنائیتِ تامہ حاصل تھی کہ آپ کا جود مسعود عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ مقدس ہو گیا تھا اور اسی سبب خصائص و کمالات مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل جلوہ حضور غوث الثقلین کی ذاتِ مقدسہ میں نظر آتا تھا اور کیونکہ فنا فی الرسول کا عمدہ و اعلیٰ اور اکمل حصہ جناب غوثیت مآب کی ذات میں متحقق تھا لہٰذا آپ کے مراتب و تصرفات و افادات دوسرے اولیاء کی نسبت بیشتر ہوئے۔

وہ بظاہر شاہِ جیلاں اور بباطن مصطفی
جس سے آگاہ ہے خدا، وہ سرّ پنہاں آپ ہیں

سیدنا غوث الاعظم کا مقام سلطان الفقر:

عین الفقر (ص ۲۳۵) میں سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی توصیف میں فرماتے ہیں: ''حضرت محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ شکمِ مادر ہی

میں مراتبِ فقر پر سرفراز ہوئے اور اہلِ فقر ہو کر شریعتِ محمدی ﷺ کی پاسداری میں مقامِ محبوبیت پر پہنچے اور بارگاہِ الٰہی سے فقیر محی الدین کا خطاب پایا۔''

شانِ فقر کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بے حساب کمالات اور اوصاف سے نوازا لیکن آپ ﷺ نے اپنی کسی خوبی پر فخر نہیں فرمایا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ میں اللہ کا حبیب ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا اور میں قیامت کے دن لواءِ حمد (حمد کا جھنڈا) اٹھانے والا ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور میں قیامت کے دن سب سے پہلا شفیع اور سب سے پہلا مشفع ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور میں پہلا شخص ہوں گا جو بہشت کے دروازے کی زنجیر ہلائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ وہ مومنین ہوں گے جو فقیر (غریب و مسکین) تھے لیکن مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں، اور اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم و محترم میں ہی ہوں اور مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں۔'' (ترمذی شریف)

آپ ﷺ نے صرف اور صرف فقر پر فخر فرمایا: ''**الفقر فخری و الفقر منی**''

''فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے''۔ پس معلوم ہوا فقر ایک انتہائی عظیم مرتبہ ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں۔ سلطان العارفین سلطان باہو نے اپنے رسالہ روحی میں سات سلطان الفقرا کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں کہ نور ذات نے نقاب میم احمدی پہن کر صورت احمدی اختیار کی اور کثرت جذبات و ارادے سے سات بار اپنی ذات میں جنبش کھائی جس سے سات ارواح فقراء باصفا فنا فی اللہ بقا باللہ تصور ذات میں محو سرتاپا مغز بلا پوست آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال قبل بحرِ جمال میں مستغرق شجر مرأت الیقین پر پیدا ہوئیں۔ انہوں نے

ازل سے ابد تک بجز ذات حق کسی کو نہیں دیکھا اور ماسوی اللہ کبھی نہیں سُنا۔ انہیں حریم کبریا کے دائمی سمندر میں وصالِ لازوال حاصل ہے وہ کبھی نوری جسد اختیار کر کے تقدیس و تنزیہہ میں کوشاں رہے، گاہے قطرہ بحر میں اور گاہے بحر قطرہ میں ان کی مثال ہے اور فیض عطا کی چادر کہ جب فقر تمام ہوجاتا ہے تو اللہ ہی ہے جو ان کے اوپر ہے پس انہیں حیاتِ ابدی اور عزت سرمدی کا تاج حاصل ہے۔ یہ فقر خاص لایحتاج ہے اپنے رب سے یا اس کے غیر سے۔ موسیٰ علیہ السلام جس تجلی کی ایک چمک سے بے ہوش ہوگئے تھے اور کوہ طور ریزہ ریزہ ہوگیا تھا ہر لحہ اور آنکھ جھپکتے میں ایسی ستر ہزار تجلیات ذاتی ان پر وارد ہوتی ہیں اور وہ دم نہیں مارتے اور آہ نہیں کھینچتے بلکہ ''ھل من مزید'' کہتے ہیں وہ سلطان الفقراء اور سید الکونین ہیں۔ ایک روح خاتونِ جنّت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ایک روح خواجہ حسن بصری کی ایک روح میرے شیخ حقیقت الحق نور مطلق شہود علی الحق حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کی اور ایک روح حضرت پیر عبدالرزاق کی اور ایک روح ہاہویت کی آنکھوں کے سرچشمہ سراسرار ذات یاہُو فقیر باہو کی اور دو ارواح دیگر اولیاء کی ہیں۔ (انتہیٰ)
(مظہر جمال مصطفائی۔ ص:۷۶۔۷۷)

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ جامع الاسرار (ص ۴۳) میں فرماتے ہیں:

''جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات حق تعالیٰ کے حضور میں سلطان الفقر سے ملاقات کی اور اس سے بغلگیر ہوکر سر سے پاؤں تک رُوبرو ہوکر فقر سے لپٹ گئے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک فقر کے وجود میں بدل گیا۔ اسی واسطے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیاوی آلائش سے تارک اور فارغ تھے۔ جو شخص باطن میں فقر کے ساتھ ملاقات نہیں کرتا اور یا وہ فقر سے لباس نہیں بدلتا، وہ ہرگز ہرگز فقر کے مرتبے کو نہیں پہنچتا، خواہ وہ ریاضت میں پتھر

پر ہی اپنا سر کیوں نہ دے مارے۔''

فقر حکم خدا سے اجازت پیغمبری کے ساتھ عطائے الٰہی ہے۔ پیغمبری اور اصحابی کا مرتبہ اور ہے۔ اور ان دونوں اصحابی اور پیغمبری کے مرتبہ سے فقر کا مرتبہ افضل ہے۔ چونکہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقر کو اپنا فخر فرمایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اسی کی توفیق کی التجا کیا کرتے تھے اور فقر ہی سے محبت کیا کرتے تھے اور اسی کو اپنا رفیق بنایا کرتے تھے۔

فقر کے متعلق منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین سے فقر کو مخفی رکھا، صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ظاہر فرمایا۔ جب انہیں عطا فرمایا، تو آپ نے اپنے آپ کو راہِ خدا میں ستر بار فروخت کیا اور سائل کو کبھی خالی نہ جانے دیا۔

بیت: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدق سے پُر تھے، عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ عدل سے پُر تھے۔ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ حیا سے پُر تھے۔ لیکن پیغمبر علیہ السلام سے فقر کی گیند شاہ مرداں حضرت علی رضی اللہ عنہ لے گئے۔ یعنی شاہ مرداں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فقر کی دولت پائی۔

آفرینش عالم سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کا نور محمدی کے ساتھ ہونا:

تخلیق کائنات سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا جیسا کہ حدیث ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِی'' (یعنی سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا) اور حدیث ''اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُّوْرِیْ'' (یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے) سے واضح ہے۔ حضرت سلطان باہو رسالہ روحی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو اپنے نور ذاتی سے پیدا فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ذاتی سے سات ارواح پیدا فرمائے جن میں حضرت محبوب سبحانی پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح مبارک شامل

ہے۔

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصائد شریفہ میں اسی بات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا ہے:

وَ سِرِّیْ فِی الْعُلْیَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ فَکُنَّا بِسِرِّ اللّٰہِ قَبْلَ النُّبُوَّۃِ

اور میرا بھید بلندی میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے ساتھ تھا پس اللہ کے بھید میں ہم نبوت سے پہلے تھے۔

اَنَا کُنْتُ فِی الْعُلْیَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ وَ فِیْ قَابَ قَوْسَیْنِ اجْتَمَاعُ الْاَحِبَّۃِ

میں بلندیوں میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اور قاب قوسین میں پیاروں کا ملاپ تھا۔

(مظہر جمال مصطفائی۔ص:۵۷)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و رحمت تمام عالمین اور جملہ مخلوقات کے لیے عام ہے، سب پر محیط ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں فنائے تامہ رکھنے والے اولیاء کاملین جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس ہیں، وہ جن کی صورتوں پر حقیقتاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہے ایسے کاملین کی ولایت اور ان کا فیضان بھی ساری مخلوقات اور تمام عالمین کے لیے ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

جہاں جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اور حضور کی رحمت اور حضور کی روحانیت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ نائبین، یہ کاملین حضور میں فنائیت کے سبب، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہیں۔ ایسے کاملین کو جہاں سے پکارو یہ سنتے ہیں، مدد فرماتے ہیں، کام آتے ہیں اور ایسے تمام کاملین میں سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سب سے منفرد اور بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔ آنجناب ایک ایسے مقام پر متمکن ہیں جہاں وہم و گمان کی رسائی نہیں۔ جیسی

فنائے تامہ آنجناب رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ مقدسہ میں حاصل ہے کسی اور کو نصیب نہ ہوئی۔ جیسا دعویٰ آپ رضی اللہ عنہ نے کیا ایسا کوئی اور نہ کر سکا کہ آپ نے فرمایا: ''تاللہ ھذا وجود جدی ولا وجود عبدالقادر'' اللہ کی قسم یہ میرا وجود میرے جد امجد جناب رسول اللہ ﷺ کا وجود ہے، عبدالقادر کا وجود نہیں۔ اور جب یہ بات ہے تو جس طرح حضورِ اقدس ﷺ ساری کائنات، تمام اقوامِ عالم کے لیے مبعوث کیے گئے، جس طرح حضور ﷺ کی رسالت ونبوت ورحمت تمام عالمین اور جملہ موجودات کے لیے ہے اسی طرح سرکار محبوب سبحانی کی ولایت آپ کی غوثیت آپ کا فریادرس ہونا تمام عالمین اور جملہ موجودات کے لیے ہے۔ ذرا آنجناب کے اس قول پر غور فرمائیں کہ جب آپ پر ستّر بابِ علمِ لدنی کے کھلے جن میں سے ہر دروازے کی لمبائی وچوڑائی زمین وآسمان جتنی تھی، آپ نے فرمایا کہ مشرق سے مغرب تک ہر شے میری مطیع کر دی گئی اور پردہ زمین پر جس قدر بھی اولیاء اللہ تھے سب نے میری اطاعت وفرمانبرداری قبول کی۔'' قرآن میں ارشاد باری ہے:

''وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ'' (الجاثیہ)

''اور اُس نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے مسخر کر دیا ہے۔''

آنجناب غوثیت مآب رضی اللہ عنہ اس آیت مبارکہ کا کماحق مصداق ہیں۔ آسمان و زمین اور اس کے مابین میں انسان، جنات، ملائکہ، چرند پرند، حیوانات ونباتات سب آجاتے ہیں اور یہ تمام آنجناب کے لیے مسخر ومطیع ہیں۔

کیا جبریل علیہ السلام جو تمام ملائکہ کے سردار ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کے در کے غلام نہیں؟ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تو حضور کا مظہرِ اتم ہیں جہاں حقیقتِ محمدیہ کامل طور

پر جلوہ گر ہو وہاں جبریل اور دیگر ملائکہ کیا غلامانہ طور پر حاضر نہ ہوتے ہوں گے؟ کیا آقا کو غلاموں پر اختیار نہیں ہوتا؟ کیا شیخ کو اپنے مریدین پر غلبہ وتصرف نہیں ہوتا؟ جبکہ حق تعالیٰ نے آنجناب رضی اللہ عنہ کو اپنی قدرتِ کاملہ سے نوازا اور اللہ ہر بات پر قادر ہے۔

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی ولایت اوّلین وآخرین کے تمام اولیاء اللہ کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور آنجناب کو تمام اولیاء اللہ پر من کل الوجوہ فضیلت حاصل ہے اور اس بات کا اظہار آپ نے قصیدہ غوثیہ شریف کے اس شعر میں فرمایا۔

فمن فی اولیاء اللہ مثلی ومن فی العلم والتصریف حالِ

''پس اولیاء اللہ میں کون ہے جو میری مثل ہے اور کون ہے جو علم وتصرف میں میری ہم سری کرے''

ملک الموت سے ارواح کو چھڑوانا:

شیخ ابوالعباس احمد رفاعی سے روایت ہے کہ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم فوت ہوگیا۔ اس کی بیوی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی آہ وزاری کرنے لگی اور اپنے خاوند کے زندہ ہونے کی التجاء کی۔ تو سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ کیا اور علم باطن سے آپ نے دیکھا کہ ملک الموت نے اس دن جتنی ارواح قبض کی تھیں وہ ان کو آسمان کی طرف لے جارہے ہیں۔ تو آپ نے ملک الموت کو ٹھہرنے کا حکم دیا کہ میرے فلاں خادم کی روح کو واپس کردو تو ملک الموت نے جواب دیا کہ میں نے تمام ارواح کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبض کیا ہے اور رب ذوالجلال کی بارگاہ میں پیش کرنی ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ کے خادم کی روح کو واپس کردوں جس کو میں بحکم الٰہی قبض کر چکا ہوں تو آپ نے دوبارہ کہا مگر ملک الموت نہ مانے۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی جس میں تمام روحیں ڈالی ہوئی تھیں جو اس دن قبض کی تھیں۔ پس آپ نے قوت محبوبیت سے ٹوکری ان

سے چھین لی۔تو تمام روحیں نکل کر اپنے اپنے جسموں میں چلی گئیں ملک الموت نے بارگاہ رب العزت میں شکایت کی اور عرض کیا۔مولیٰ کریم تو جانتا ہے جو میرے اور عبدالقادر کے درمیان تکرار ہوئی کہ اس نے آج مجھ سے تمام ارواح جو قبض کی تھیں چھین لی ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ملک الموت بیشک عبدالقادر میرا محبوب ہے تو نے اس کے خادم کی روح کو واپس کیوں نہ کیا۔اگر ایک روح واپس کر دیتے تو اتنی روحیں اپنے ہاتھ سے دیتے نہ پریشان ہوتے۔(شیخ محی الدین اربلی رحمۃ اللہ علیہ،تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر)

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو　　کن اور کن مکن حاصل ہے یا غوث
الوہیت نبوت کے سوا تو　　تمام افضال کے قابل ہے یا غوث

افسوس کہ جب سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنے کا وقت ہوتا ہے تو ہمارے علماء کو فوراً شانِ صحابہ یاد آجاتی ہے۔وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں غوثِ پاک کی فضیلت بیان کرنے سے انہیں صحابہ سے آگے نہ بڑھا دیں،کہیں صحابہ کی تحقیر نہ ہوجائے؟ فوراًوہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ غوث الاعظم کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی جیسے بھی نہیں۔

دیکھیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اپنا مقام ہے۔انبیاء و مرسلین کا اپنا مقام ہے۔ہم غلامانِ غوث تو یہی کہتے ہیں کہ آنجناب تمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔کیا ضروری ہے کہ تقابل صحابہ یا حضرات انبیاء سے کیا جائے؟ دیکھیں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان قادری کا کیا عقیدہ تھا۔

تو اپنے وقت کا صدیق اکبر　　غنی و حیدر و عادل ہے یا غوث

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرضوان کی آپ کی مجلس میں تشریف آوری:

سیدنا غوث الاعظم کا فرمان عالیشان ہے:

"وما من نبی ولا ولی خلق اللہ تعالی الا وقد حضر فی مجلسی الاحیاء بابدانھم والاموات بارواحھم"

"اللہ نے کوئی نبی کوئی ولی ایسا نہ پیدا کیا جو میری مجلس میں حاضر نہ ہوتا ہو زندہ اپنے جسموں کے ساتھ اور فوت شدہ اپنی ارواح کے ساتھ۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"مشہور ہے کہ آپ کی مجلسِ وعظ میں تمام اولیاء وانبیاء جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو زندہ نہیں تھے وہ اپنی رُوحوں کے ساتھ موجود ہوتے تھے، اسی طرح آپ کی تربیت وتائید کے لیے حضور اکرم ﷺ بھی تجلی فرماتے تھے، اکثر اوقات حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کی مجلس میں آتے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی جس ولی سے بھی ملاقات ہوتی تو وہ اُسے آپ کی مجلس میں حاضر باشی کی نصیحت فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنی کامیابی چاہتا ہے اُسے اس مجلس میں ہمیشہ رہنا چاہیے۔" (اخبار الاخیار)

روایت ہے کہ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ منبر پر تشریف لاتے تو فرماتے اے صاحبزادے ہمارے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد حاضری میں دیر نہ کیا کر، ولایت یہاں حاصل ہوتی ہے اعلیٰ درجات یہاں ملتے ہیں۔ اے طلبگار تو بہ بسم اللہ ہمارے پاس آ، اے طالبِ عفو بسم اللہ تو بھی آ، اے اخلاص کے چاہنے والے بسم اللہ ہفتہ میں ایک بار آ، اگر ممکن نہ ہو تو مہینہ میں ایک مرتبہ، اگر یہ بھی مشکل ہو تو سال میں ایک دفعہ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک مرتبہ آ اور ہزار ہا نعمتیں لے جا، اے عالم ہزار مہینہ کی مسافت طے کر کے میرے پاس آ اور میری ایک بات سن جا، اور جب تو یہاں آئے تو اپنے عمل، زہد، تقویٰ اور ورع کو نظر انداز کر، تا کہ تو اپنے نصیب کے مطابق مجھ سے اپنا حصہ حاصل کر سکے، میری مجلس میں مقرب فرشتے، مخصوص اولیاء اور رجال الغیب اس لیے آتے ہیں کہ مجھ سے بارگاہ اقدس کے آداب تواضع سیکھیں، اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی اور ولی پیدا فرمائے ہیں وہ سب اگر زندہ ہیں تو اپنے جسموں کے ساتھ اور اگر زندہ نہیں ہیں تو اپنی روحوں کے ساتھ ضرور میری مجلس میں آتے ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ میرا وعظ ان رجال غیب کے لیے ہوتا ہے جو کوہ قاف کے ماوراء سے آتے ہیں کہ ان کے قدم دوش ہوا پر ہوتے ہیں لیکن خداوند عالم کے لیے ان کے دلوں میں آتش شوق وسوزش اشتیاق شعلہ زن ہوتی ہے، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے جس وقت مجلس میں یہ بات فرمائی اس وقت آپ کے صاحبزادے سید عبدالرزاق منبر کے پاس آپ کے پاؤں کے قریب بیٹھے، انہوں نے سر اوپر اٹھایا، تھوڑی دیر حیران رہ کر بے ہوش ہو گئے، اور ان کے لباس و دستار میں آگ لگ گئی، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ منبر سے اترے اور آگ بجھائی اور فرمایا کہ اے عبدالرزاق تم بھی ان میں سے ہو، مجلس ختم ہونے کے بعد آپ نے شیخ عبدالرزاق سے اس حالت کی کیفیت دریافت فرمائی انہوں نے جواب دیا

کہ میں نے آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے رجال الغیب ساکت و مدحوش کھڑے ہوئے اس طرح نظر آئے کہ تمام آسمان ان سے بھرا ہوا ہے اور ان کے کپڑوں میں آگ لگ گئی ہے۔ ان میں سے بعض شور وغوغا کر رہے، بعض وجد وحال میں مست ہیں اور بعض اپنی جگہ اور بعض زمین پر گرے پڑے ہیں۔ (اخبار الاخیار، ص ۴۴)

شیخ ابوسعید قیلوی فرماتے ہیں: میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کئی مرتبہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ہے۔ بے شک سردار اپنے غلام کو جھانکا کرتا ہے اور بیشک انبیاء علیہم السلام کی ارواح آسمان اور زمین میں ایسا چکر لگاتی ہے جیسے کہ زمانہ میں ہوائیں۔ اور میں نے ملائکہ علیہم السلام کو دیکھا کہ وہ آپ کی خدمت میں جوق در جوق آتے ہیں۔ میں نے رجال الغیب اور جنوں کو دیکھا ہے کہ آپ کی مجلس میں ہر ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے۔ (بہجت الاسرار۔ ص: ۳۲۵)

کیا کسی صحابی کی مجلس کا ایسا عالم تھا؟ صحابہ کرام کی شان وعظمت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت ومعیت کے سبب ہے اور ان اولیاء میں بعض ایسے ہیں کہ ایک لمحے کے لیے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے غائب نہیں ہوتے تو ان کے سردار کا کیا عالم ہوگا۔

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ محک الفقر (کلاں) ص ۹۳ میں فرماتے ہیں:

> ''پس اے طالب! ان اشخاص کو مراقبہ کی حاجت نہیں کہ جو ظاہر و باطن میں ہمیشہ مجلس حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور مقام قرب میں رہتے ہیں۔ ان کو مراقبہ ان کی نیت کے موافق ان کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ اور روز مرہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام لاتا ہے بلکہ پیغام صحیح ذکر اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس ایسے شخص کو اکثر آدمی دیوانہ کہتے ہیں۔ اس وجہ سے

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یگانہ اور اہل دنیا کے ساتھ بیگانہ ہوتا ہے۔''

اولیاء اللہ کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**ان من عباداللّٰہ لعبادا یغبطھم الانبیاء و الشھدا**'' ''بے شک اللہ کے بندوں میں بعض ایسے بندے ہیں کہ انبیاء اور شہدا (ان کی شان وعظمت دیکھ کر) رشک کرتے ہیں۔''

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**رجال فی امتی منزلتھم کمنزلتی**'' ''میری امت میں ایسے مردانِ خدا ہیں جن کی وہی منزل (مقام) ہے جو میری منزل ہے۔''

تمام انبیاء صحابہ سے افضل ہیں انبیاء سے رسول افضل ہیں۔ رسولوں سے مرسل (صاحبِ کتاب) افضل ہیں۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام، نبی، رسول اور مرسل ہونے کے باوجود علم لدنی سیکھنے خضر علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے اُستاد حضرت خضر علیہ السلام ایک بار سرکار کی مجلس پر سے پرواز کرتے گزر رہے تھے کہ سرکار نے ان کو روک لیا۔ فرمایا:

''**قف یا اسرائیلی اسمع کلام محمدی**''

اے اسرائیلی ٹھہر! اور ایک محمدی کا کلام سن! تم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے میں تم سے کہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے یہ رہا معرفت کا میدان یہ رہی عشق کی گیند۔ حضرت خضر علیہ السلام نے سیدنا غوث الاعظم کی ایسی شان وعظمت دیکھی تو دنگ رہ گئے۔ پھر ان کو جو بھی ملتا اس کو یہی نصیحت کرتے کہ اگر دارین میں بھلائی کے خواہاں ہوں تو سیدنا غوث الاعظم کی مجلسوں میں حاضری کو لازم پکڑو۔ موسیٰ علیہ السلام کے اُستاد سرکار محبوب سبحانی کی غلامی میں ؎

سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں　　خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا

واقفِ رازِ اَوْ اَدْنٰی:

شبِ معراج جب نبی کریم ﷺ براق پر سوار ہو کر حضرت جبریل علیہ السلام کے ہمراہ روانہ ہوئے تو مقام سدرۃ المنتہیٰ پر جبریل علیہ السلام رک گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر میں ایک بال برابر بھی آگے بڑھوں تو فروغِ تجلّی سے جل جاؤں گا اس مقام پر براق بھی پیچھے رہ گیا۔ کیونکہ سدرۃ المنتہیٰ عالمِ ملکوت اور ملائکہ کی پرواز کی انتہا ہے۔ اس مقام سے آگے حضور ﷺ کی خدمت میں رف رف کو سواری کے طور پر پیش کیا گیا لیکن رف رف بھی ایک مقام پر جا کر رک گیا۔ کیونکہ اس کی پرواز کی یہی انتہا تھی۔ اب لاہوت لامکان کے سوا کچھ بھی نہ تھا حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نور الہدیٰ میں اور عبدالقادر ابن محی الدین اربلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف تفریح الخاطر فی مناقب عبدالقادر میں لکھا ہے کہ اس مقام پر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روحِ مبارک کو معشوقی صورت میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ نبی ﷺ کے قدموں کے نیچے حضور غوث اعظم کی معشوقی صورت نے اپنی گردن پیش کی اور سواری کی حیثیت سے آپ کو مقامِ خاص قرب قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچا دیا۔ نبی ﷺ نے اس مقامِ نور و حضور میں ذاتِ باری تعالیٰ سے عرض کی یہ کون ہے جس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو رہی ہیں ارشاد ہوا کہ اے حبیب تمہیں مبارک ہو کہ یہ محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح ہے جو آپ کی اُمّت کے ایک ولی کامل اور آپ کی آل سے ہوں گے۔ اس وقت نبی ﷺ نے انتہائی شفقت سے فرمایا کہ اے فرزندار جمند محی الدین جیسا کہ تو نے اپنی گردن میرے قدموں کے نیچے پیش کی کل تو اللہ کے حکم سے کہے گا۔ ''**قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللّٰہ**'' اور میری امت کے تمام اولیائے کرام اپنی گردنیں تیرے قدم کے نیچے پیش کریں گے۔ تفریح الخاطر میں مزید لکھا ہے کہ جب حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

پیدا ہوئے تو آپ کی گردن مبارک پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کے نشان موجود تھے (جیسا کہ آپ کے پیدائش کے وقت کی کرامات کے ضمن میں گزرا)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسمانی ورُوحانی معراج حاصل ہوئی تو آپ کی رفاقت میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو روحانی معراج حاصل ہوئی اور آپ مقام قاب قوسین اوادنی کے راز سے بھی واقف ہوئے جیسا کہ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور غوث پاک کی شان میں اپنی مشہور منقبت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

درشرع بغایت پرکاری چالاک چوجعفر طیاری برعرشِ معلیٰ سیاری اے واقفِ راز اوادنی

یعنی شریعت کے کامل متبع اور جعفر طیار کی طرح سمجھدار، عرشِ معلیٰ پر سیر فرمانے والے اور رازِ اوادنی کے واقف ہیں۔

حضور غوث اعظم نے اسی بات کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے اپنے قصائد شریفہ کے بعض اشعار میں یوں فرمایا:

اَنَا کُنْتُ فِی الْعُلْیَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ وَ فِیْ قَابَ قَوْسَیْنِ اجْتِمَاعُ الْاَحِبَّةِ

یعنی میں بلندیوں میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اور قاب قوسین میں پیاروں کا ملاپ تھا۔

عَلَی الدُّرَّةِ الْبَیْضَائِ کَانَ اجْتِمَاعُنَا وَ فِیْ قَابَ قَوْسَیْنِ اجْتِمَاعُ الْاَحِبَّةِ

سفید موتی (لوح محفوظ) کے سامنے ہمارا اجتماع تھا اور قاب قوسین میں پیاروں کا ملاپ تھا۔

(مظہرِ جمالِ مصطفائی)

روایت ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں، میرے اور مخلوق کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرنا، فرماتے تھے کہ میری تخلیق تمام امور سے بالا ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماوراہوں، اے زمین کے مشرق ومغرب کے اور اے آسمان کے رہنے والو! حق تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَاَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ'' میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میں ان میں سے ہوں جنہیں خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے، مجھ سے دن اور رات میں ستر بار کہا جاتا ہے ''انا اخترتک ولتصنع علی عینی'' یعنی میں نے تجھے پسند کرلیا اور تاکہ تو پرورش پائے میری آنکھوں کے سامنے۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقار میرے اس حق کی جو تجھ پر ہے تجھے قسم ہے ذرا بات تو کرتا کہ سنی جائے، مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر تجھے میرے اس حق کی قسم جو تیرے اوپر ہے کھا اور پی اور بات کر، میں نے تجھے قسم توڑنے سے مامون بنادیا، خدا کی قسم جب تک مجھے حکم نہ ہو نہ کچھ کرتا ہوں نہ کچھ کہتا ہوں۔ (اخبارالاخیار)

آپ نے فرمایا کہ جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو تم پر اس کی تصدیق ضروری ہے کیونکہ میری بات ایسی یقینی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، گویا جب مجھے حکم ہوتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں، جب مجھے دیا جاتا ہے تو بخشش کردیتا ہوں اور جب مجھے امر ہوتا ہے تو کرلیتا ہوں، ذمہ داری تو اس پر ہے جس نے مجھے حکم کیا ہے (کیونکہ قاعدہ ہے) الدیۃ علی العاقلۃ (یعنی خون بہا رشتہ داروں پر ہے) میری تکذیب تمہارے لیے زہر قاتل ہے، دین کے لیے اور دنیا وآخرت کی تباہی کا سبب ہے میں تلوار باز اور قاتل ہوں اور اللہ تمہیں ڈراتا ہے اگر شریعت نے میرے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتادیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے، میں تمہارے ظاہر وباطن کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری نظر میں

شیشہ کی طرح ہو۔(اخبارالاخیار)

آپ کا کلام جس سے آپ کی عظمت معلوم ہوتی ہے:

آپ نے فرمایا کہ میں شمشیرِ برہنہ ہوں اور چڑھی ہوئی کمان ہوں میرا تیر نشانے پر لگنے والا ہے میرا نیزہ بے خطا اور میرا گھوڑا بے زین ہے۔ میں عشق خداوندی کی آگ، حال واحوال کا سلب کرنے والا، دریائے بیکراں، رہنما، وقت کی دلیل ہوں، میں محفوظ اور ملحوظ ہوں۔ اے روزہ دارو، اے شب بیدارو، اے پہاڑوں پر بیٹھنے والو خدا کرے تمہارے پہاڑ بیٹھ جائیں اے خانقاہ نشینو خدا کرے تمہاری خانقاہیں زمین دوز ہو جائیں حکم خدا کے سامنے آؤ۔ میرا حکم خدا کی طرف سے ہے۔ اے رہروانِ منزل، اے ابدال، اے اقطاب، اے اوتاد، اے پہلوانو، اے جوانو، آؤ اور دریائے بیکراں سے فیض حاصل کرلو، عزتِ پروردگار کی قسم تمام نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے پیش کیے گئے اور میری نظر لوحِ محفوظ پر جمی ہوئی ہے میں دریائے علم ومشاہدۂ الٰہی کا غوطہ خور ہوں، میں تم پر اللہ کی حجت رسول کا نائب اور اس کا دنیا میں وارث ہوں، انسانوں کے بھی پیر ہیں جنات اور فرشتوں کے بھی لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں میرے اور مخلوق کے درمیان آسمان وزمین کا سا فرق ہے مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرو۔ میری تخلیق تمام امور سے بالاتر ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماوراہوں۔ اے زمین کے مشرق ومغرب کے اور اے آسمان کے رہنے والو! حق تعالیٰ فرماتا ہے: ''**و اعلم مالا تعلمون**'' میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میں ان میں سے ہوں جنہیں خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے مجھ سے دن اور رات میں ستر بار کہا جاتا ہے۔ ''**انا اخترتک ولتصنع علی عینی**'' یعنی میں نے تجھے پسند کرلیا اور تاکہ تو پرورش پائے میری آنکھوں کے سامنے''۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر میرے اس حق کی جو تجھ پر ہے تجھے قسم ہے ذرا بات تو کر،

تا کہ سنی جائے، مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر تجھے میرے اس حق کی قسم جو تیرے اوپر ہے کھا اور پی اور بات کر، میں نے تجھے قسم توڑنے سے مامون بنا دیا، خدا کی قسم جب تک مجھے حکم نہ ہو نہ کچھ کرتا ہوں نہ کچھ کہتا ہوں۔ (اخبار الاخیار)

خدارا! صحابہ کے مقابلے میں سردارِ اولیاء محبوب سبحانی کی تحقیر نہ کریں۔

اس پہ یہ قہر کے اب چند مخالف تیرے — چاہتے ہیں کہ گھٹا دیں کہیں پایہ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے — یہ گھٹائیں، اُسے منظور بڑھانا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے — جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر — بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

کیا صحابہ کا ذِکر اللہ کے ذِکر کی طرح ہے؟ کیا انبیاء کا ذِکر اللہ کے ذِکر کی طرح ہے؟ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "**اسمی کاسم اعظم**" یعنی میرا نام اسمِ اعظم کی طرح ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ آنجناب کی شان میں کیا خوب فرماتے ہیں:

ملک مشغول ہیں اس کی ثنا میں — وہ تیرا ذاکر و شاغل ہے یا غوث
جو تیرا نام لے ذاکر ہے پیارے — تصور جو کرے شاغل ہے یا غوث
جو سر دے کر ترا سودا خریدے — خدا دے عقل وہ عاقل ہے یا غوث
کہا تو نے کہ جو مانگو ملے گا — رضاؔ تجھ سے ترا سائل ہے یا غوث

علمائے کرام سے بے حد احترام کے ساتھ مودبانہ گزارش ہے کہ صحابہ کرام کی تصریح ضرور کریں مگر ساتھ میں سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تحقیر نہ کریں۔ یہ نہ کہیں کہ ایسے سیکڑوں غوث الاعظم کسی ادنیٰ صحابی جیسے نہیں ہو سکتے نہ یہ کہیں کہ غوث اعظم امیر معاویہ کے گھوڑے کے ناک کے پانی جیسے بھی نہیں۔ کیا ایسی باتوں سے حضور یا صحابہ خوش ہوں گے؟

سردارِاولیاء کے معاملے میں بے حد احتیاط کی ضرورت ہے ؎

دیکھ اُڑ جائے نہ ایمان کا طوطا تیرا

سیدنا غوث الاعظم کا اپنی شان وعظمت کا خود اظہار (قصیدہ):

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا حق ہے کہ ساری زندگی مبارک میں اور اس وقت بھی جب آپ چھوٹے بچے تھے، آپ کے مقدس دہنِ مبارک سے سوائے سچ اور حق کے کچھ نہ نکلا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کی بزرگی کا مدار کس بات پر ہے تو فرمایا صدق پر کہ میں نے ساری زندگی کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔

حق تعالیٰ نے اپنے محبوب سبحانی کو حکم دیا کہ وہ اپنی شان وعظمت کا خود اظہار کریں تا کہ لوگوں کو آپ کی شان وعظمت کا کچھ علم ہو سکے۔ اپنے ایک قصیدہ مبارک میں آنجناب رضی اللہ عنہ نے اذنِ الٰہی سے اپنے بارے میں جو کچھ فرمایا ان میں سے چند اشعار اور اس کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

قصیدہ

شَهِدْتُ بِاَنَّ اللّٰهَ وَالِی الْوِلَایَةِ وَقَدْ مَنَّ بِالتَّصْرِیْفِ فِی کُلِّ حَالَةِ

میں نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ والی ہے کُل ولایت کا اور اس نے ہر حالت میں ردّوبدل کا احسان فرمایا ہے۔

سَقَانِیْ رَبِّیْ مِنْ کَئُوْسِ شَرَابِهٖ وَاَسْکَرَنِیْ حَقًّا فَهِمْتُ بِسَکْرَتِیْ

میرے رب نے مجھ کو اپنی شرابِ محبت کے پیالے پلائے اور درحقیقت اس نے مجھے مست کر دیا۔ پس میں اپنی شرابِ معرفت سے مست ہو گیا۔

وَمَلَّکَنِیْ جَمْعَ الْجِنَانِ وَمَاحَوَتْ وَکُلَّ مُلُوْکِ الْعَالَمِیْنَ رَعِیَّتِیْ

اور مجھے اس نے تمام دلوں کا اور جن اسرار پر دل حاوی ہیں اُن کا مالک بنایا اور

عالمین کے جملہ سلاطین میری رعیت ہیں۔

رُفِعتُ عَلیٰ مَنْ یَدَّعِی الْحُبَّ فِی فَقَرَّبَنِی الْمَوْلٰی وَفُزْتُ بِنَظْرَةِ الْوَرٰے

ہر مدعیِ محبت پر مخلوق میں مجھے اُونچا کر دیا گیا، پھر دوست نے مجھے قریب کرلیا اور میں دیدار میں کامیاب ہوگیا۔

وَقَفْتُ بِبَابِ اللّٰہِ وَحْدِیْ مُوَحِّدًا وَنُوْدِیْتُ یَاجِیْلَانِی ادْخُلْ لِحَضْرَتِیْ

میں تنہا اللہ تعالیٰ کو ایک جانتے ہوئے حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوگیا اور مجھے پکارا گیا اے جیلانی میری حضوری کے لیے داخل ہو۔

وَنُوْدِیْتُ یَاجِیْلَانِی ادْخُلْ وَلَاتَخَفْ عُطِیْتُ اللِّوَی مِنْ قَبْلِ اَھْلِ الْعِنَایَةِ

اور مجھے پکارا گیا اے جیلانی داخل ہو اور مت ڈرو کہ میں اہل عنایت سے پہلے جھنڈا دیا گیا ہوں۔

وَاَعْلَمُ نَبَاتَ الْاَرْضِ کَمْ ھُوَ وَاَعْلَمُ رَمْلَ الْاَرْضِ کَمْ ھُوَ رَمْلَةِ نَابِت

اور میں زمین کے اُگاؤ کو جانتا ہوں کہ وہ کتنا اُگا ہوا ہے اور میں زمین کی ریت کو جانتا ہوں کہ وہ کتنے ذرّے ہیں۔

وَاَعْلَمُ عِلْمَ اللّٰہِ اُحْصِیْ حُرُوْفَهٗ وَاَعْلَمُ مَوْجَ الْبَحْرِ کَمْ ھُوَ مَوْجَةِ

اور میں اللہ عزّوجل کے علم کو جانتا ہوں اور مجھے اس کے حروف کا شمار ہے اور میں سمندر کی موجوں کو جانتا ہوں کہ وہ کتنی ہیں۔

وَلِی نَشْأَةٌ فِیْ الْحُبِّ مِنْ قَبْلِ آدَمٍ وَسِرِّی سَرَی فِی الْکَوْنِ مِنْ قَبْلِ نَشْأَتِیْ

اور میری کونپل محبت میں آدم سے پہلے ہے اور میرا بھید جہان میں میری پیدائش سے پہلے پوشیدہ ہے۔

وَسِرِّی فِی الْعُلْیَابِنُوْرِ مُحَمَّدٍ فَکُنَّا بِسِرِ اللّٰہِ قَبْلَ النُّبُوَّةِ

اور میرا بھید بلندیوں میں محمد ﷺ کے نور کے ساتھ تھا۔ پس ہم اللہ کے بھید

میں نبوت سے پہلے تھے۔

مَلَكْتُ بِلَادَ اللّٰهِ شَرْقًا وَمَغْرِبًا وَاِنْ شِئْتُ اَفْنَيْتُ الْاَنَامِ بِلَحْظَتِیْ

میں اللہ کے شہروں کے مشرق ومغرب کا مالک ہوگیا اور اگر میں چاہوں تو لوگوں کو اپنی آنکھ جھپکنے میں فنا کردوں۔

وَلَوْلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ بِالْعَهْدِ سَابِقًا لَاَ غْلَقْتُ بُنْيَانَ الْجَحِيْمِ بِعَظْمَتِیْ

اور اگر رسول اللہ ﷺ کا عہد سابق (بخشش اُمّت کے لیے) نہ ہوتا تو میں ضرور اپنی عظمت کی وجہ سے عمارت جہنم کے دروازے بند کردیتا۔

مُرِيْدِیْ لَکَ الْبُشْرٰے تَكُوْنُ عَلٰی اِذَا كُنْتَ فِیْ هَمٍّ اُغِثْکَ بِهِمَّتِیْ الْوَفَا

اے میرے مرید تیرے لیے خوشخبری ہے، تو وفادار رہ، جبکہ جو غم میں ہوگا میں اپنی ہمت کے ساتھ تیری دستگیری کروں گا۔

مُرِيْدِیْ تَمَسَّکْ بِیْ وَكُنْ بِیْ وَاثِقًا لِاُحْمِيْکَ فِی الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

اے میرے مرید میرے دامن کو مضبوطی سے تھام لے اور میرے ساتھ پختہ ارادت ہو تا کہ میں دُنیا میں اور قیامت کے روز تیری حمایت کروں۔

أَنَا كُنْتُ فِی الْعُلْيَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ وَفِی قَابَ قَوْسَيْنِ اجْتِمَاعُ الْاَحِبَّةِ

میں بلندیوں میں نورِ محمد ﷺ کے ساتھ تھا اور قاب قوسین میں پیاروں کا ملاپ تھا۔

أَنَا كُنْتُ مَعَ نُوْحٍ أَشَاهِدُ فِی الْوَرٰے بِحَارًا وَطُوْفَانًا عَلٰی كَفِّ قُدْرَتِیْ

میں نوح علیہ السلام کے ساتھ تھا، مشاہدہ کرتا تھا مخلوق میں دریاؤں اور طوفان کا اپنے دست قدرت پر۔

وَكُنْتُ مَعَ اِبْرَاهِيْمَ مُلْقًی بِنَارِهٖ وَمَابُرِّدَ النِّيْرَانَ اِلَّابِدَعْوَتِیْ

اور میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھا جبکہ وہ آگ میں ڈالے گئے اور آگ

ٹھنڈی نہ ہوئی مگر میری دُعا سے۔

اَنَا کُنْتُ مَعَ رَاعِی الذَّبِیح فِدَائَ ہٗ وَمَا نَزَلَ الْکَبْشَانِ اِلَّا بِفَتْوَتِیْ

میں اسمٰعیل علیہ السلام اوران کے والد کے ساتھ تھا، ان کے فدیے کے وقت، اور مینڈھا نازل نہ ہوا مگر میری ہی جوانمردی کے سبب۔

أَنَا کُنْتُ مَعَ یَعْقُوْبَ فِی غَشْوِعَیْنِہٖ وَمَا بَرِئَتْ عَیْنَاہُ اِلَّا بِتَفْلَتِیْ

میں یعقوب علیہ السلام کے ساتھ تھا جب ان کی آنکھ بند ہوگئی (وہ نابینا ہوگئے) اورنہیں لوٹ آئیں ان کی آنکھیں مگر میرے لعاب دہن سے۔

اَنَا کُنْتُ مَعَ اِدْرِیْس لَمَّا ارْتَقَی الْعُلَا وَاَقْعَدْ تُہُ الْفِرْدَوْسَ اَحْسَنَ جَنَّتِیْ

میں ادریس علیہ السلام کے ساتھ تھا جبکہ وہ بلندی پر چڑھے اور میں نے ان کو اپنی بہترین جنت میں بٹھادیا۔

اَنَا کُنْتُ مَعَ مُوسٰے مُنَاجَاۃَ رَبِّہٖ وَمُوْسٰی عَصَاہُ مِنْ عَصَایَ اسْتَمَدَّتِ

میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا جب وہ اپنے رب سے مناجات کرتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا، میرے استمداد کے عصاؤں میں سے (ایک عصا) تھا۔

أَنَا کُنْتُ مَعَ اَیُّوْبَ فِی زَمَنِ الْبَلَا وَمَا بَرِئَتْ بَلْوَاہُ اِلَّا بِدَعْوَتِیْ

میں ایوب علیہ السلام کے ساتھ تھا جب وہ آزمائش میں مبتلا تھے اوران کی بلا دُور نہ ہوئی مگر میری دُعا سے۔

اَنَا کُنْتُ مَعَ عِیْسٰی وَفِی الْمَھْدِ نَاطِقًا وَأَعْطَیْتُ دَاؤدَا حَلَاوَۃَ نَغْمَۃِ

میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا جبکہ وہ جھولے میں بولتے تھے اور میں نے ہی داؤد کو نغمے کی مٹھاس عطا کی۔

أَنَا الْوَاحِدُ الْفَرْدُ الْكَبِيْرُ بِذَاتِهِ أَنَا الْوَاصِفُ الْمَوْصُوفُ شَيْخُ الطَّرِيْقَةِ

میں اپنی ذات میں یگانہ اور فرد کبیر ہوں۔ میں صفت کرنے والا صفت کیا گیا شیخِ طریقت ہوں۔

وَمَا قُلْتُ هٰذَا الْقَوْلَ فَخْرًا وَاِنَّمَا اَتَى الْاِذْنُ حَتّٰى يَعْرِفُوْنَ حَقِيْقَتِىْ

اور میں نے یہ بات بطور فخر نہیں کہی بلکہ مجھے حکم آیا ہے یہاں تک کہ لوگ میری حقیقت کو پہچان لیں۔

فَجَدِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ طٰهَ مُحَمَّد أَنَا عَبْدُ الْقَادِرِ شَيْخُ كُلِّ طَرِيْقَةِ

تو میرے نانا رسول اللہ ﷺ طٰہٰ محمد ہیں۔ میں عبدالقادر ہر طریقت کا شیخ ہوں۔

اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الأمی وعلی آلہ وازواجہ واھل بیتہ واصحٰبہ وبارك وسلم ۔ اللّٰھم ربّنا آمین